اہل سنت وجماعت کا ترجمان

PAIGAM E SHARIAT
Monthly

JUL-AUG 2019 شمارہ نمبر: ۳۹ جلد ۵ ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

ایک شمارہ کی قیمت 15 روپے، سالانہ زر تعاون 150 روپے، بیرون ممالک کے لئے 40 ڈالر، خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد قاسم نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس 3636 کٹرا دینا بیگ، لال کنواں، دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "پیغام شریعت" 442، سیکنڈ فلور، گلی سروتے والی، مٹیا محل جامع مسجد دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No. 442, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali,
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-110006
Mob: 9911062519, 011-23260749
Email: paighameshariat@gmail.com
Indian Bank, A/c. Name: Paighameshariat
A/c. No. 6409744750, IFSC Code IDIB000J033

مکہ پبلیشر دہلی

گلی سروتے والی مکان نمبر ۴۴۲، دوسری منزل، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔ ۶
آفس کا فون نمبر: Ph: 011-23260749, Mob: 9911062519

فہرست مضامین

خاص مضامین

تجزیات اور تجاویز

﴿نوٹ﴾

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

مسلمانانِ ہند کی موجودہ صورت حال اور سوشل میڈیا

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری امریکہ

ہجومی تشدد، مسجدوں اور مزارات کی بے حرمتی، مدارس کے کردار کو کنٹرول کرنے کی کوشش، ڈرا دھمکا کر غیر مذہبی نعرے لگوانے کی جارحیت، وغیرہ جو کچھ اس وقت ملک میں ہو رہا ہے ان میں کچھ بھی خلاف توقع نہیں، بلکہ اگر یہ سب نہ ہوتا تو خلاف توقع تھا۔ یہ سب تو پرانے منصوبے کا حصہ ہے، یا بڑے منصوبے کی تمہید ہے۔ اس پر شکوہ کہ، حکومت کوئی کارروائی نہیں کر رہی ہے' موجودہ حکومت سے اس قسم کی توقعات وابستہ کرنا ہماری افسوسناک سادہ لوحی ہوگی۔ سنگھ کی گود اور ہندوتوا کی تربیت میں پلی بڑھی ٹیم کے قدم اقتدار کے تخت تک پہنچ جانے کے بعد کیا وہ مساجد اور مدارس تعمیر کریں گے؟ کیا مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لیے قانون بنائیں گے؟

ان حالات میں ہمیں کیا کرنا ہے اس کے لیے فی الحال تجاویز کی باڑھ آئی ہوئی ہے، سوشل میڈیا پر ہمارے ارباب فکر ونظر مسلسل تجاویز کے خزانے انڈیلتے رہتے ہیں، ان میں سے لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق انتخاب کر لیں۔ کچھ لوگ دوسروں کی غلطیاں گنانے میں لگے ہوئے ہیں، اور اسی عمل کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں، قیادت کا فقدان، بڑوں کی بے حسی الگ مسئلہ ہے، لوگ اپنے اپنے مزاج اور احساسات کے اعتبار سے حالات کا تجزیہ کر رہے ہیں، ہم سب کا تجزیہ درست مان لیتے ہیں، مگر جن سے خاموشی کا شکوہ ہے وہ اگر مہر سکوت توڑ بھی ڈالیں تو بس یہی ہوگا کہ ایک تحریر جاری کر دی جائے جس میں خطاب تو حکومت وقت اور انتظامیہ کو کیا گیا ہوگا، مگر اسے عام لوگوں تک ارسال کیا جا رہا ہوگا تا کہ قومی مسائل پر اپنی فکرمندی کی سند حاصل کی جا سکے۔

علمائے کرام اور اہل خانقاہ سے سیاسی امور میں بیان دینے کا دباؤ بنانا بھی غور طلب ہے، جو جس میدان کا آدمی نہیں اس کو اس معاملے میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے، ہاں ان کو کام کر رہے افراد کی پشت پناہی اور افرادی اخلاقی اور مالی تعاون ضرور دینا چاہیے، ہاں یہ شکوہ بے جا نہیں کہ ان حضرات کی طرف سے ایسی پشت پناہی نہیں ہو رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ جمہوری حکومت میں عوام کا احتجاج بڑی اہمیت رکھتا ہے، مگر یہ اس وقت جب کہ اقتدار کے ہاتھ مضبوط نہ ہوں، اس کی پشت پر افرادی قوت کارفرما نہ ہو، اور اقلیتوں کے تحفظ کے لیے آئینی ذمہ داری ادا کرتی ہو۔ ملک کی اکثریت جب لے میں لے ملا چکی ہو تو اقلیتوں کا خدا ہی حافظ وناصر ہے، ان کا احتجاج جانوروں کی چیخ وپکار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، ان احتجاجی صداؤں سے حکومت کی صحت پر بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا موجودہ حالات میں احتجاج اور مظاہرے حسرتوں کی تسکین اور دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے کافی ہو سکتے ہیں، اس لیے احتجاج کی زمین سے کوئی اچھی فصل اگنے کی توقع نہیں ہے، تاہم احتجاج جمہوری حکومت میں عوام کا حق ہے، اور اس حق سے ہمیں عملاً دستبردار نہیں ہونا چاہیے، کہ ظلم پر خاموشی بھی ظلم کا جواز فراہم کرتی ہے۔

لیکن ایک بات ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ سوشل میڈیائی احتجاج پر غور کرنا چاہیے، اور اس پر ہر طرح کے مواد شیئر کرنے کی روایت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے اس سے دشمن کا ہی مقصد پورا ہوتا ہو۔

قتل وغارت گری کی واردات ہر زمانے میں ہوتی رہی ہیں، لیکن اب کہیں کچھ ہو جائے تو اس کی رپورٹ فوراً دنیا کے کناروں تک پہنچ

جاتی ہے، جس کی مثال نیوزی لینڈ کی النور مسجد میں جمعہ کے نمازیوں پر کی گئی اندھا دھند فائرنگ کا واقعہ ہے، کہ جس وقت ہوا اسی منٹ اس کی کوریج پوری دنیا میں ہوئی، اور فیس بک کے ذمہ داروں کو اس ویڈیو کو ہٹانے میں جتنا وقت لگا اتنے وقت میں وہ بجلی کی طرح ہر طرف پھیل چکی تھی۔ سوشل میڈیا کی اس طاقت کا اندازہ پوری دنیا کو ہو گیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ سینسر کرنے والوں کے ہاتھ وہیں تک کام کر سکتے ہیں جہاں تک ان کی پہنچ ہے، اور سوشل میڈیا کسی کی پہنچ سے باہر ہے۔

اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اسی سوشل میڈیا کو افواہوں کا بازار بنا دیا گیا ہے، ایک طرف شر پسند عناصر ہیں جو شر پھیلانے پر تلے ہوئے ہیں، دوسری طرف شیئر کرنے والے شیروں کی بہت بڑی جماعت ہے جس کو بس یہ پسند ہے کہ اپنی آئی ڈی سے ہر طرح کی کلپ شیئر کرتے رہیں، ان کا کام ہی یہی رہ گیا ہے کہ فرصت ملتے ہی جو کچھ دستیاب ہوا جلد از جلد دو چار گروپ میں شیئر کر دیا جائے تاکہ کم از کم شیئر کرنے میں اولیت حاصل ہو جائے۔

بہت ایسا ہوتا ہے کہ شر پسند عناصر شر پھیلانے کو کسی مواد کو اپنی پسند کا ٹائٹل دے کر دو چار گروپ میں بھیج دیتے، پھر اس کے بعد جس کو جو ملا بنا سوچے سمجھے آگے بڑھا دیا، نتیجہ یہ کہ جو بات پھیلی اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ اس کی حیثیت بازاری افواہ سے زائد نہ تھی۔ کوئی کسی پرانی ویڈیو کو نیا واقعہ قرار دے کر پھیلانا شروع کر دیتا ہے، کوئی کسی اور واقعہ کو کوئی اور نام دے کر عام کرتا ہے، کسی کو شرارت سوجھی تو بالکل جھوٹ گڑھ کر اسے اتنا شیئر کیا کہ سچ بن جائے۔ وغیرہ، اس لیے پہلے کسی دستیاب کلپ اور اس کے مواد کی حقیقت دریافت کر لی جائے۔ دشمن کا مقصد تو مسلمانوں میں دہشت پیدا کرنا ہے، اسی مقصد سے اپنی جارحانہ کارروائیوں کی ویڈیوگرافی کی جاتی ہے، اب اس ویڈیو کو ہم خود عام کریں تو دشمن کا ہی مقصد پورا ہو رہا ہے۔

اپنی بات:

سنگھ پریوار کو اس منزل تک پہنچنے میں سالہا سال کی محنت شاقہ اور جد وجہد کا دخل ہے، بہترین منصوبہ بندی اور اس کے مطابق کد و کاوش پر استقامت سے وہ اس منزل تک پہنچ چکے ہیں، اپنی صفوں میں مسلمانوں کے خلاف اتحاد پیدا کر چکے ہیں، مختلف حکومتیں آئیں، گئیں، کسی حکومت میں ان کے لیے حالات سازگار نہ تھے، مگر ان کا کام جاری رہا، انھوں نے جو کچھ کام کیا اولاً تنظیم کے تحت، اور بہت منظّم انداز میں کیا، اپنی تنظیم کو اندرونی اختلافات کا شکار ہونے نہ دیا، راشٹریہ سیوم سنگھ اور وشو ہندو پریشد جیسی تنظیموں کی جہد مسلسل اور اپنے اہداف کے ساتھ مخلصانہ رویہ ہی وہ چیز ہے جس نے ان کی راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو دور کر دیا، اور آج ہندوتوا کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، انھوں نے نیچے سے اوپر تک ہر جگہ اپنے مخلصین کی ٹیم بیٹھا دی ہے، مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ ہر پلیٹ فارم پر ان کا قبضہ ہے، ان حالات میں ان کے کسی ظالمانہ سلوک کی شکایت خود انھیں کے آدمی سے کب انصاف دلا سکتی ہے۔

ان کی یہ کامیابی ہماری ناکامی کا آئینہ ہے، قدم قدم پر ہماری ٹوٹ پھوٹ، بے عملی، سستی، کاہلی، اندرونی اختلافات کو بہت زیادہ اہمیت دینا، اور مذہبی بے راہ روی ہے۔ جب نادر شاہ درانی نے دہلی پر حملہ کیا اور پوری دہلی کو تاراج کیا اس وقت شاعر نے کہا تھا، ع: ''شامت اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت''۔ ہم اپنے گھریلو زندگی اور سماجی امور میں عدل وانصاف برقرار نہ رکھیں گے تو کیسے امید رکھیں کہ ہم پر عادل حکومت آئے گی، ظالم حکومت تو ہمارے اعمال کی بنا پر ہم پر مسلط ہوتی ہے۔

ہمیں اپنا سیاسی تھنک ٹینک بنانے کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے اور اب بہت شدت اختیار کر چکی ہے۔ جمہوری طرز حکومت میں جس قوم کے پاس سیاسی بصیرت اور سیاسی قوت نہ ہو وہ ہر روز اپنی موت آپ مرتی رہتی ہے، وہ دنیا والوں کے لیے دھرتی کا بوجھ تو بن سکتی ہے کوئی نعمت

نہیں بن سکتی، جمہوری نظام حکومت میں گنے جانے والے سروں کی اہمیت ہوتی ہے، ان میں موجود عقل وحکمت کا کوئی وزن نہیں ہوتا، اور عام کھوپڑیوں میں دماغ کم اور خرافات زیادہ ہوتے ہیں اس لیے اس طرز حکومت کا منطقی نتیجہ اقلیتوں کے ساتھ ترجیحی سلوک اور ظالمانہ رویہ ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں یہود کی بہت چھوٹی آبادی ہونے کے باوجود ملکی سیاست پر جس طرح یہود کا اثر ورسوخ ہے وہ بے مثال ہے، اس لیے موجودہ سیاست اگر کھیل ہے تو اس کھیل میں حصہ لیے بغیر اب ہمارے وجود اور بقا کی کوئی ضمانت نہیں۔

موجودہ حالات میں ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ حساس عوام اور اکابر علمائے کرام کے مابین ایک خلیج پیدا ہوتی جارہی ہے، عوام کے احساسات یہ ہیں کہ امت اس وقت جن سماجی مشکلات اور قتل وغارت گری کی آفات کا سامنا کررہی ہے ہمارے مذہبی قائدین اور مشائخ بالکل خاموش ہیں، ان کی طرف سے کچھ ہدایات نہیں آرہی ہیں، علما ومشائخ کے احساسات شاید یہ ہوں کہ ان کا میدان میدانِ سیاست نہیں، وہ محض مذہبی امور سے غرض رکھنا بہتر سمجھتے ہیں، یا ان حالات میں کچھ کہنا ظلم وجبر کو دعوت دینے کے مترادف ہے، ہم سب کے احساسات کی قدر کرتے ہوئے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ملک کے آئین اور سماجی اخلاقیات میں کم از کم ظالمانہ واردات کی مذمت کرنا اور صدائے احتجاج بلند کرنے کی تو اجازت ہے، اس میں کمی نہیں کرنی چاہیے، یہی وقت ہے، خدمت خلق کا، یہی وقت ہے ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کا، اگر خود احتجاج نہ کیا جائے یا اپنے افراد کو احتجاج کے لیے نہ بھیجا جائے تو ملکی حالات میں کچھ مشکل فیصلے لینے کے لیے ضرورت وحاجت کا تحقق ہوا یا نہیں کیسے معلوم ہوسکے گا؟ اور جو لوگ میدان سیاست میں ہیں، یا احتجاج کر کے قومی مفاد میں کچھ کرنے کے لیے میدان میں ہیں ان کا اخلاقی تعاون تو کیا جاسکتا ہے، اس راہ کی مشکلات کو سمجھنا ہوگا، اس میں ضرور غلطیاں ہوں گی، اگر ایسا ہوا تو ان کی دست گیری کریں گے۔

عام حضرات کو اپنی حفاظت کا خود اہتمام کرنا ہوگا، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے کسی پر تکیہ کرنا مناسب نہیں، حفاظتی تدابیر خود اختیار کرنا چاہیے، اور جہاں کہیں کچھ لوگ حالات کے مطابق قوم وملت کے تحفظ کے لیے کچھ اقدام کریں ان کا ساتھ دیں، متحد ہوکر جو کام ہوسکتا ہے وہ منتشر قوم نہیں کرسکتی، غیر قومیں ہمارے انتشار کا فائدہ اٹھارہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہندو شدت پسند اس قوم کے افراد کے درپے آزار نہیں جو متحد ہیں، کہ متحد قوم کو نقصان پہنچانا مشکل ہوتا ہے، ہاں ایسی قوموں کو نقصان پہنچانے میں انھیں کوئی باک نہیں جو متحد نہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا دلت اور ہندوستان کی پچھڑی ذاتیں۔

ان شدت پسند لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، پھر بھی ان کا زور بڑھتا جارہا ہے، ملکی آئین کے خلاف سرعام بولتے پھرتے ہیں، بابائے قوم گاندھی جی کے قاتل گوڈسے کی برسرعام تعریف اور ستائش کی جاتی ہے، ملک کی اقلیتی آبادی کے خلاف کھلے عام زہر افشانی کی جاتی ہے، مگر اس قسم کی حرکتوں پر کوئی داروگیر نہیں، جب دباؤ بڑھتا ہے تو کچھ مذمتی جملے دکھاوے کے بول دیے جاتے ہیں، مجرموں کو سزا نہیں دی جاتی، بلکہ مجرموں کی حمایت کرنے والے کھل کر سامنے آجاتے ہیں، اس لیے فتنہ وفساد پروان چڑھ رہا ہے، شدت پسند پھلتے پھولتے جارہے ہیں، شر وفساد کے متوالے دندناتے پھر رہے ہیں، مجرموں کو پناہ دی جاتی ہے اور مظلوموں کے نالہ وفریاد سننے والا کوئی نہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ظلم وبربریت کی حمایت نہیں کرتا، اور جس ملک وقوم میں ظلم وبربریت کی درپردہ حمایت کی جائے اور مظلوموں کی فریاد رسی نہ کی جائے اس کی تباہی بہت جلد آتی ہے، یہ حقیقت ہمارے ملک کے تمام شہریوں کو اچھی طرح سمجھنی چاہیے۔

Faizanulmustafa@yahoo.com

بحث وتحقیق

مسجد میں نماز باجماعت کے لیے عورتوں کا حاضر ہونا

ازقلم علامہ کوثر امام قادری: درالعلوم قدوسیہ فخر العلوم مہراج گنج

ابتدائیہ

مسجد میں نماز باجماعت کے لیے عورتوں کا حاضر ہونا ایک اہم مسئلہ بنتا جارہا ہے، جب کہ اس سلسلے میں کتب حدیث میں بہت ساری حدیثیں موجود ہیں، جن پر نگاہ رکھتے ہوئے فقہا ومجتہدین نے ممانعت کا حکم صادر فرمایا، اورصدیوں سے امت مسلمہ کا اسی پر عمل رہا ہے۔ جو لوگ مختلف دیارو امصار اور ملک وبیرون ملک کا سفر کرتے ہیں ان کی نگاہوں سے یہ اوجھل نہیں، راقم الحروف نے ہندوستان، پاکستان، نیپال، ابوظہبی، دوبئی، شارجہ، سعودی، وغیرہ کی سیکڑوں مساجد میں دیکھا کہ نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں عورتیں نہیں آتی ہیں۔

آج کچھ لوگ بعض حدیثوں کا سہارا لے کر اور بعض دوسری حدیثوں سے صرف نظر کر کے اس مسئلہ کو الجھانے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نماز باجماعت کے لیے عورتوں کا مسجد میں حاضر ہونا جائز ہی نہیں بلکہ پسندیدہ فعل ہے۔ ان کور دماغ مولویوں نے عورتوں کی مسجدوں میں حاضری سے جو نقصان اور مضراثرات سماج ومعاشرہ پر پڑنے والے ہیں ان سے آنکھیں موندلی ہیں، اس طرح کی تحریک سے وہ جماعتی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔

عورتوں کو گھروں سے نکال کر مسجد میں لانے سے ان کو دو فوائد مطلوب ہیں، اول صحابہ کرام وفقہا اسلام کے نظریات اور طریقہ سلف صالحین سے لوگوں کو دور کر کے اپنے مذہب ومسلک میں شامل کرنا، دوم مساجد میں عورتوں کی بھیڑ بھاڑ جمع کر کے شہر وقصبہ کے نوجوانوں کو مسجد میں آنے کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کرنا، تاکہ ان کی جمعیت میں اضافہ ہو سکے اور وہ بآسانی عورت ومرد سب کو گمراہ کرسکیں۔

اگر کوئی صاحب اعتراض کریں کہ ان کی نیت یہ نہیں ہے، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جو فضیلت مردوں کو حاصل ہوتی ہے وہی فضیلت عورتوں کو بھی حاصل ہو۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ فضیلت دینا اور نہ دینا ہمارے اور آپ کے اختیار میں نہیں ہے، یہ مرضی مولیٰ پر موقوف ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے واضح لفظوں میں بتادیا ہے کہ انھیں فضیلت کہاں نماز پڑھنے سے حاصل ہوگی، جسے آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

بہر حال ناچیز نے کتب حدیث میں پائی جانے والی اس عنوان کی حدیثوں کا ترتیب کے ساتھ ایک مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ مسئلہ کی نزاکت بآسانی سمجھ میں آسکے۔

مسجد میں نماز کی فضیلت

مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں بہت ساری حدیثیں کتب حدیث میں مسطور ہیں، ان میں سے بعض یہاں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الأبعد فالأبعد من المسجد أعظم أجرا (سنن أبي داؤد باب ماجاء في فضل المشي)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد سے جتنا زیادہ دور ہے اسے جماعت میں شامل ہونے کے باعث اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے

(۲) عن ابی اسامة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من خرج من بيته متطهراً الى

☆ رابطہ نمبر 9838086342

صلوٰۃ مکتوبۃ فأجرہ کأجر الحاج المحرم.

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے گھر سے طہارت کر کے فرض نماز کے لیے مسجد کی طرف نکلا تو اسے حج کے لیے احرام باندھ کر نکلنے والے کی طرح اجر ملے گا۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه الصلوٰة جماعة تعدل خمسا وعشرين صلاة .

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت سے نماز پڑھنا پچیس ۲۵ر نمازوں کے برابر ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی فضیلتوں والی چیز ہے اور جماعت کا ترک کرنا انتہائی معیوب اور اللہ ورسول کی ناراضگی کا سبب ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

(۴)عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيُحطب، ثم آمر بالصلاة فيُؤذَّن لها ثم آمر رجلا فيومَّ الناسَ ثم أخالف الى رجال فأحرِّق عليهم بيوتَهم (بخاري جلد اول ۸۹)

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جن کے قبضہ قدرت میں مری جان ہے میرا ارادہ ہے کہ لکڑی جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کا حکم دوں اور اذان ہو پھر ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر مردوں (جو نماز میں حاضر نہ ہوئے) کے پاس آؤں اور ان کے گھر میں آگ لگا کر جلا دوں۔

اس حدیث سے ترک جماعت پر اللہ ورسول کے غضب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چند کہ جماعت کی اہمیت وفضیلت اپنی جگہ پر مسلم ہے لیکن اس کا تعلق صرف مردوں سے ہے، نہ کہ عورتوں سے، اگر عورتوں سے ہوتا حدیث میں ''رجال'' کا لفظ نہیں آتا، بلکہ یوں ہوتا کہ جو مرد وعورت جماعت میں نہ آئیں ان کے گھروں کو جلا دوں۔ چنانچہ دوسری حدیث شریف میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے۔

(۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لولاما في البيوت من النساء والذرية أقمت صلاة العشاء وأمرت فتياني يحرقون ما في البيوت بالنار .(مشکوٰۃ ۹۲/ ۹۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشا قائم کرتا اور جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں میں لگا دو۔

مذکورہ احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر جماعت واجب نہ تھی، اور برائے نماز باجماعت مسجد میں حاضر ہونا ان کے لیے ضروری نہ تھا، لیکن اس کی حرمت وممانعت بھی نہ تھی، اس لیے بطور فرض واجب نہیں بلکہ خالص فضیلت وکثرت ثواب کی غرض سے بعض خواتین مسجد میں آتیں اور نماز عشا ونماز فجر میں شرکت کرتی تھیں۔

شوق عبادت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ظاہری اور احکام حجاب کے نزول سے پہلے خواتین اسلام مسجد میں باجماعت نماز پڑھتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنا بھلا کون پسند نہیں کرے گا؟ انھیں بھی زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اور رسول کریم ان کی چاہت وشوق کا لحاظ بھی فرماتے تھے۔ نیز ان کے نسوانی وقار، عصمت نسواں کا تحفظ، پردہ و حجاب پر اک گونہ توجہ رہتی کہ کہیں ان کی دولت پارسائی لٹنے نہ پائے اور دامن عصمت پر کسی طرح کے دھبے نہ آنے پائیں۔

(۶) "عن أم سلمة رضي الله عنها قالت ان النساء في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم كن اذا سلمن من المكتوبة قمن وثبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن صلى من الرجال ما شاء الله فاذا قام

رسول الله قام الرجال". (بخاری ۱/ ۱۱۹)

ترجمہ:۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں جیسے ہی فرض کا سلام پھیرتی تھیں، اٹھ جاتی تھیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے رہتے، وہ مرد بھی جو نماز پڑھ چکے ہوتے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تب مرد کھڑے ہوتے۔

(۷) "عن عائشة رضی الله عنها قالت ان كان رسول الله صلی الله عليه وسلم ليصل الصبح فينصرف النساء متلفعات بمروطهن ما يعرفن من الغلس". (بخاری ج: ۱/ص: ۱۲۰)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی اس طرح واپس ہوتی تھیں کہ تاریکی کی وجہ سے انھیں پہچانا نہ جاتا تھا۔

(۸) "عن أبي قتادة الانصاري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم انی لاقوم الی الصلوة وانا أريد ان أطول فيها فاسمع بكاء الصبي فاتجوز في صلاتي كراهية أن أشق علی أمه". (بخاری ج: ۱/ص: ۱۲۰)

ترجمہ:۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نماز کو دراز کروں مگر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو مختصر کردیتا ہوں کہ اس کی ماں پر مشقت پسند نہیں کرتا۔

(۹) "عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال كان الناس يصلون مع النبي صلی الله عليه وسلم وهم عاقِدوا أزرهم من الصغر علی رقابهم، فقيل للنساء: لا ترفعن رؤسَكن حتّی يستوی الرجال جلوسا". (بخاری ج: ۱/ص: ۱۱۳)

ترجمہ:۔حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ بچوں کی طرح اپنے تہبند گردنوں پر باندھ کر نماز پڑھتے، تو عورتوں سے کہا جاتا کہ اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے نہ بیٹھ جائیں۔

عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی اجازت تھی، تاہم بعض صحابہ کرام کے ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا کہ ان کی بیویاں گھروں سے باہر نکلیں، مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں، اس لیے وہ انھیں منع کرتے کہ تم لوگوں کے لیے مسجد میں جانے کی صرف اجازت ہے، لیکن فرض وواجب تو نہیں، جب اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے بعض مصلحتوں کی بنا پر انھیں روکنے والوں کو تنبیہ فرمائی اور روکنے سے منع فرمادیا۔

(۱۰) "عن عبد الله بن عمر رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا استاذنكم نساء كم بالليل الی المسجد فاذنوا لهن". (بخاری ج: ۱/ص: ۱۱۹)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو۔

(۱۱) "عن زيد بن خالد رضی الله عنه قال قال رسول صلی الله عليه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ويخرجن وهن تفلات". (كشف الاستار، ج: ۱/ص: ۲۲۲)

ترجمہ:۔حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو، عورتوں کو چاہیے کہ وہ بغیر خوشبو لگائے جائیں۔

فتنے کا آغاز

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ خواتین مسجد میں مردوں کے

ساتھ نماز پڑھتی تھیں، وہ صف میں کہاں کھڑی ہوں؟ اس کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں تھا، جسے جہاں جگہ مل گئی وہیں وہ نماز میں مشغول ہوجاتی، آگے پیچھے، دائیں بائیں کا کچھ لحاظ نہ تھا، بالکل گھال میل سی صورت تھی، اس اختلاط سے منافقوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا، وہ بھی نماز میں آئے اور عین حالت نماز میں تانک جھانک لگاتے رہتے۔ یہ چیز تو عام حالات میں غلط و بری ہے، پھر حالت نماز میں کیوں کر روا رکھی جاسکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ فرمایا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ". (الحجرات:۲۴)

(۱۲) "عن عبد الله بن عباس رضى الله عنه قال كانت تصلى خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة حسناء من أحسن الناس فكان بعض الناس يستقدم في الصف الاول لئلا يراها ويستأخر بعضهم حتى يكون في الصف الموخر، فاذا ركع نظر من تحت ابطيه في الصف فأنزل الله تعالى: "وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ" (ترمذى، ج:۲/ص:۱۴۰)

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ایک نہایت خوبصورت عورت نماز پڑھتی تھی تو کچھ لوگ اگلی میں رہتے تا کہ اس کو دیکھ نہ سکیں اور کچھ پیچھے رہتے تا کہ جب رکوع کریں تو بغل کے نیچے سے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں یہ آیۃ کریمہ "ولقد علمنا المستقدمين" نازل فرمائی۔

نزول آیت کریمہ کے بعد آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لیے اگلی صفوں کو اور عورتوں کے لیے پچھلی صفوں کو متعین فرمایا۔

(۱۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير صفوف الرجال اولها وشرها اٰخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها أولها". (مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی اگلی صف سب سے بہتر ہے اور سب سے کم تر پچھلی ہے، اور عورتوں کی سب سے بہتر پچھلی اور کم تر اگلی ہے۔

اس کے بعد خواتین اسلام نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہوتیں تو پچھلی صفوں میں نماز پڑھتیں۔ یہاں ایک لطیف نکتہ کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ اسلام نے لوگوں کے جذبات کا بھی خیال رکھا اور ان کی عزت نفس کو بھی مجروح ہونے سے بچایا، ایک طرف شوق عبادت ہے اور دوسری طرف عزت وحرمت ہے۔ اچانک عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا جاتا تو انھیں تکلیف ہوتی، ان کا شوق مجروح ہوتا، اس لیے بتدریج انھیں اس کی طرف مائل کیا گیا، پہلے انھیں مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی، پھر انھیں پچھلی صفوں میں رہنے کا حکم ہوا، اب اس کے بعد احکام حجاب وستر کا نزول ہوا:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الاُوْلٰى".

مذکورہ آیت مبارکہ سے صحابہ کرام استدلال کرتے تھے کہ مسجد میں عورتوں کی حاضری درست نہیں ہے۔

(۱۴) "عن ام نائلة رضى الله عنها قالت جاء أبو برزة فلم يجد ام ولده في البيت فقالوا ذهبت الى المسجد فلما جاء ت صاح بها فقال ان الله نهى النساء أن يخرجن وأمرهن أن يقرن في بيوتهن ولا يتبعن جنازة ولا ياتين مسجدا ولايشهدن جمعة". (درمنثور ج:۵/ص:۱۹۶)

ترجمہ:۔ حضرت ام نائلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت ابو برزہ گھر تشریف لائے تو گھر اپنی ام ولد کو نہ پایا، لوگوں نے عرض کیا

کہ وہ مسجد گئی ہے؟ تو جب واپس آئی تو صحابی رسول ابو برزہ نے اسے پکارا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے انھیں حکم دیا ہے کہ گھر میں ٹھہری رہیں اور وہ جنازہ کی اتباع نہ کریں، نہ مسجد حاضر ہوں، نہ جمعہ میں حاضر ہوں۔

احکام حجاب کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجد میں حاضری کی رغبت نہیں دلائی؟ بلکہ کسی خاتون نے اگر مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو حسین پیرایہ میں سمجھایا۔

(۱۵)"عن ام حمید رضی الله عنها قالت قلت یا رسول الله یمنعنا أزواجنا أن نصلي معک ونحب الصلوة معک، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوتکن في بیوتکن أفضل من صلاتکن في حجرکن وصلاتکن في حجرکن أفضل من صلاتکن في دورکن وصلاتکن في دورکن أفضل من صلاتکن الجماعة". (مجمع الزوائد، ج:۲/ص:۳۴)

ترجمہ:۔حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنا حویلیوں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا حویلیوں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

صحابہ کرام اپنی بیویوں کو مسجد میں جانے سے روکتے تھے، جب ہی تو حضرت ام حمید نے شکایت کی، اور صحابہ کرام کا عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنا صحیح تھا، اسی لیے حضور نے اس پر نکیر نہ فرمائی، بلکہ انھیں اجازت نہ دے کر صحابہ کرام کے موقف کی حسین تائید فرمادی۔

ازواج مطہرات اور دیگر صحابیات نے اسی پر عمل کیا اور یہی سلسلہ جاری رہا، ایام وسال گزرتے رہے، نئے نئے لوگوں کی آمد و رفت ہوتی رہی، ایسے لوگوں کی بیویاں اور وہ خواتین جنھیں فروعی مسائل اور دینی جزئیات کا بہت زیادہ علم نہ تھا، ان میں سے بعض مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس سے مطلق طور پر منع فرمادیا۔ بعض عورتوں نے آکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

"لو علم النبي صلی الله علیه وسلم ما علم عمر رضي الله عنه ما أذن لکن في الخروج". (عنایة علی الهدایة مع فتح القدیر ج:۱/ص:۲۵۹)

ترجمہ:۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جان لیتے (بناؤ سنگار) جو عمر نے جانا تو وہ تمہیں باہر نکلنے کی اجازت ہی نہ دیتے۔

(۱۶) "عن عائشة الصدیقة رضی الله عنها قالت لو ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما أحدثت النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل". (بخاری، ج:۱/ص:۱۲۰)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو (بناؤ سنگار) اب ایجاد کیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے اس طرح روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا تھا

عورتوں کی مسجد

مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنا کتنی اہمیت والی بات ہے، محتاج بیان نہیں، اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنا کس قدر عظمتوں کا حامل ہے، اندازہ لگا سکتے ہیں؟ مگر ام حمید صحابیہ کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا اپنے گھر میں پڑھو، جب کہ مردوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

مسجد میں نماز کیوں پڑھیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا حکم کیوں فرمایا؟ اس کی وجہ ثواب

کی زیادتی ہے۔ اگر گھر میں نماز پڑھی جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ نیکیاں وثواب مسجد میں پڑھنے سے حاصل ہوتی ہیں تو پھر اس سے عورتوں کو کیوں محروم کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عبادت پر ثواب دینا، نہ دینا، زیادہ یا کم دینا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو گھر بیٹھے بیٹھائے حج یا جہاد یا مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب عطا فرمادے تو کون اس پر اعتراض کرسکتا ہے۔

عورت اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو وہی اس کے لیے مسجد ہے، قصبہ وشہر اور گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھنے سے جو ثواب ملے گا وہی یا اس سے زیادہ ثواب اس کو اپنے گھر میں پڑھنے سے ملے گا۔ ان شاء اللہ۔

(۱۷) "عن السائب رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير مساجد النساء قعر بيوتهن". (صحيح ابن خزيمة، ج:۳/ص: ۹۲)

ترجمہ:۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' عورتوں کی بہترین مسجدان کے گھر کے اندرونی حصے ہیں۔

(۱۸) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احب صلوة تصليها المرأة الى الله ان تصلى اشد مكان من بيتها ظلمة". (صحيح ابن خزيمة، ج:۳/ص: ۹۶)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی وہی نماز اللہ کے یہاں زیادہ پیاری ہے جو وہ اپنے گھر میں نہایت تاریک حصے میں پڑھتی ہے۔

(۱۹) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة في بيتها افضل من صلوتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها". (ابو داؤد، ج: ۱/ص: ۸۴)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کی کوٹھری میں نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

نصوص علمائے کرام

مذکورہ احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ عہد رسالت میں افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کی طرف بھی جانے کی اجازت تھی، لیکن جب فتنے وفساد کا آغاز ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت فرمادی۔ چوں کہ یہ ممانعت فتنہ کے سبب سے تھی، اس لیے فقہائے کرام نے اس سبب کے معیار کے مطابق کہیں کراہت اور کہیں حرمت کا فتویٰ دیا۔ کہیں جانے کی اجازت بھی دی تو اس کے لیے متعدد شرطیں مقرر فرمائیں، پھر جب ان شرطوں کا پاس ولحاظ نہ رہا تو حرمت کا فتویٰ صادر فرمایا۔

امام ابن حجر ہیثمی شافعی فرماتے ہیں:

"ومفاسد خروجهن الان محققة فالصواب الجزم بالتحريم والفتوى به الخ. وهٰذا حاصل مذهبنا واحذر من انكار شيء مما مر". (فتویٰ کبری جلد اول ص: ۲۰۴)

ترجمہ:۔ عصر حاضر میں باہر نکلنے کے مفاسد محقق ہیں۔ لہٰذا صحیح یہی ہے کہ ان کے باہر نکلنے کو حرام ہونے کا یقین کیا جائے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ یہی ہمارے مذہب کا حاصل ہے، ان میں کسی بات کے انکار سے بچو۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

"الفتوى اليوم على المنع في الكل". (نيل الاوطار ج: ۲/ص: ۱۲۱)

ترجمہ:۔ اور آج نماز میں عورتوں کی حاضریٔ جماعت کے ممنوع ہونے پر فتوی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

”ویجب منع النساء من حضور المساجد للصلوة“. (احیاء العلوم، ج: ۲ر ص: ۲۳۷)

ترجمہ:۔اورعورتوں کو برائے نماز مسجد میں حاضر ہونے سے روکنا واجب ہے۔

امام ابوبکر کاسانی فرماتے ہیں:

”واما النسوة فهل يرخص لهن أن يخرجن في العيدين؟ أجمعوا على أنه لايُرخص للشواب منهنَّ الخروج في الجمعة والعيدين وشيء من الصلاة لقوله تعالى: ”وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ“ والأمر بالقرار نهيٌ عن الانتقال، ولأنَّ خروجهن سببُ الفتنة بلاشک والفتنة حرام، وما أدّى الى الحرام فهو حرام“.(بدائع الصنائع، ج: ۱ر ص: ۲۷۵)

ترجمہ:۔لیکن عورتوں کونماز کے لیے باہر نکلنے کی کیا رخصت ہے؟ تو ارشادالٰہی:”وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ“ کے بموجب انھیں گھر میں ٹھہری رہنے کا حکم ہے، کہیں جانے سے ممانعت ہے، اوراس لیے کہ ان کا نکلنا یقیناً فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور حرام تک پہنچانے والی چیز بھی حرام ہے۔

قارئین کرام! اس مختصر سی تحریر میں دونوں طرح کی حدیثیں پیش کی گئی ہیں،عورتوں کو گھسیٹ کر مسجد لے جانے والے نیم ملاؤں نے جن سے استدلال کیا ہے، وہ بھی سامنے ہیں اور فقہائے اسلام نے جن سے استدلال کیا ہے وہ بھی سامنے ہیں۔ ہرایک کا پیش منظر نگاہوں کے سامنے رکھا جائے تو حق وصواب یہی ٹھہرے گا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کے بجائے گھر ہی میں نماز پڑھنی چاہیے،اس میں ان کی عزت وحرمت کا تحفظ ہے اور یہی مقصودِ شریعت ہے۔

اللہ تعالیٰ حق بولنے،حق لکھنے،حق پڑھنے اور حق پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۸)......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ گوشت اور روٹی کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ لوگوں نے شکم سیر ہوکر کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔(سنن بیہقی)

یہ دونوں حدیثیں میں نے محض نمونے کے طور پر پیش کی ہیں ورنہ اس مفہوم کی بے شمار حدیثیں ہیں۔ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسبِ استطاعت دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرنا سنت ہے، لیکن قرض لے کر لمبی چوڑی دعوت کرنا درست نہیں۔مختصر دعوت سے بھی ولیمے کی سنت ادا ہوجاتی ہے۔ ان احادیث سے ان لوگوں کوسبق لینا چاہیے کہ ولیمے کی دعوت کے لیے اپنی حیثیت سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ کہیں سماج کے لوگ بعد میں طعنہ نہ دیں۔لاحول ولاقوۃ۔لوگوں کا اتنا ڈر مگر اللہ اوراس کے رسول کا کوئی ڈر نہیں؟

یہاں غور کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے کہ آج میاں بیوی میں طلاق کی کثرت کیوں زیادہ ہورہی ہے،اور دونوں میں نباہ کیوں نہیں ہو پا رہی ہے۔؟ آپ نے کبھی اس پر غور کیا ہے؟ میں دیکھتی ہوں کہ شادیوں میں کروڑوں روپے خرچ کردیے جاتے ہیں مگر کچھ دن کے بعد پتہ چلتا ہے کہ میاں بیوی میں ان بن چل رہی ہے، یا دونوں الگ ہوگئے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔جانتے ہو،آج کل اس طرح کے واقعات زیادہ کیوں دیکھنے کومل رہے ہیں؟ کیوں کہ ایسی شادیاں اورایسی دعوتیں جن میں سنت رسول کا لحاظ نہیں کیا جاتا، برکتوں سے خالی ہوتی ہیں اور جہاں برکت ہی نہ ہو وہاں ایسے حادثات تو ہونے ہی ہیں۔

جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے، ولیمے میں ریاکاری اوراپنی سماجی اہمیت کا ”اعلان“ نہایت قبیح چیز ہے۔اس کے نتائج اگر ابھی نہیں ملیں گے تو مستقبل میں ضرور آپ کو مل جائیں گے۔اگر اللہ نے دنیاوی وسائل سے نوازا ہے تو اسے ان ضرورتوں پر خرچ کیا جائے جن کی معاشرے میں ضرورت ہے۔اللہ کے دین اور دین کے محافظوں پر خرچ کیا جائے،اس طرح کی نمود ونمائش پر نہیں۔اللہ پاک ہم سب کواس ریاکاری سے بچائے،آمین۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

از: سید محمد امان قادری علی گڑھ☆

نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ۱۵؍ مارچ کی دوپہر پوری دنیا اور خاص طور سے مسلمانوں کے لیے دل دہلا دینے والی تھی۔ نیوزی لینڈ کی جدید تاریخ میں کھلے عام قتل عام کا ایسا بھیانک واقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔

ایک سفید فام دہشت گرد نے عین نماز جمعہ کے وقت شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد ''النور'' اور ''لن ووڈ اسلامک سینٹر'' میں گھس کر تابڑتوڑ گولیاں چلائیں اور ان مساجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنے آئے امن پسند مسلمانوں کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ۵۱؍ لوگ شہید ہوگئے اور تقریباً اتنے ہی زخمی ہوئے، جس میں نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے سب شامل تھے۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جیسنڈا اارڈرن نے اسے ایک سوچا سمجھا دہشت گردانہ حملہ قرار دیا۔ اس حملے کا بظاہر مجرم جو دنیا کے سامنے آیا وہ ایک ۲۸؍ سالہ آسٹریلیائی جوان تھا، جس کے سر میں نفرت اور قتل وخون کا سودا سمایا ہوا تھا۔ وہ اتنا وحشی اور بے غیرت تھا کہ اس نے اپنا یہ جرم، ظلم اور ننگا ناچ پوری دنیا کو لائیو سوشل میڈیا پر دکھایا۔ اس نے اپنے ہیلمیٹ میں کیمرہ لگا کر انٹرنیٹ سے اس کا کنکشن جوڑا ہوا تھا تاکہ اس کی گندی ذہنیت، مجرمانہ اور ظالمانہ سوچ کے پیروکار پوری دنیا میں اس کے اس تماشے کو دیکھیں اور اسے اپنا ہیرو تسلیم کریں اور دنیا میں اس کے ہم نواؤں کو مزید ایسا دہشت گردانہ حملہ کرنے کی ترغیب ملے۔ ساتھ ہی ساتھ دنیا کے امن پسند لوگوں اور خاص طور سے مسلمانوں بالخصوص یورپ کے مختلف ممالک میں بسنے والی مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی تعداد کے حوصلے پست کرسکے اور انہیں غیر محفوظ اور انچاہا مہمان ہونا محسوس کرا سکے۔ لیکن وہ وحشی شاید یہ نہیں جانتا تھا کہ ؎

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اس دہشت گرد کا تعلق ''آلٹ رائٹ'' نامی تشدد پسند سفید فام گروپ سے ہے جس کی بنیاد امریکہ میں پڑی۔ یہ موومینٹ زیادہ تر انٹرنیٹ کے ذریعہ کام کرتا ہے۔ یہ ایک نسل پرست سفید فام موومینٹ ہے، جس کی بنیادی سوچ یہ ہے کہ سفید چمڑی والے لوگ پوری دنیا میں سب سے بہتر ہیں، لہٰذا ان کو پوری دنیا میں حکومت و اقتدار حاصل ہونا چاہیے۔ ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ سفید لوگوں کو دوسرے لوگوں سے الگ رہنا چاہیے، چاہے وہ دوسری قوموں اور نسلوں کو ہٹا کر یا برباد کر کے ہو یا پھر سفید فام لوگوں کی نئی بستیاں بسا کر۔

اس گروپ میں مختلف طرح کے لوگ شامل ہیں جن کی بنیادی فکر ایک ہی محور کے اردگرد گھومتی ہے وہ ہے ''سفید نسل کی برتری''۔

ان میں ایک گروپ نہایت ہی قابل، ذی علم نسل پرستوں کا ہے، جو اس موومینٹ کے قوانین اور منصوبے تیار کرتا ہے۔ ان کی منشا نوجوان سفید لوگوں کو متأثر کر کے اپنے مقصد کی طرف گامزن کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے وہ سفید نسل کی علمی اور سماجی برتری کا پروپیگینڈہ بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہت سی انٹرنیٹ میگزین، بلاگس اور ویب سائٹس چلاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کتب خانے چلاتے ہیں، اس کے علاوہ ان کے کئی Think Tank بھی ہیں۔

دوسرے اس گروپ میں وہ نوجوان ہوتے ہیں جو نسل پرست ہونے کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کام ''نسل پرستی'' کے بجائے تہذیب اور مغربی ثقافت جیسے خوبصورت الفاظ کا استعمال کر کے انجام دیتے ہیں۔

یہ انٹرنیٹ پر ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کا مقصد

☆ ڈائرکٹر، البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ، (یو. پی)

نارمل سفید لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا ہے۔ جس کے لیے ''نسلی پریشانیاں''، ''سفید شناخت'' اور ''نسلی خدشات'' کا سہارا لیتے ہیں۔

حالیہ امریکی اسمبلی انتخابات میں انہوں نے متنازع ڈونالڈ ٹرمپ کا کھل کر سپورٹ کیا تھا، جس کی وجہ ڈونالڈ ٹرمپ کے امریکہ میں مسلمانوں سے لے کر امیگریشن جیسے عنوانات پر اختلافی بیانات تھے۔

اسلاموفوبیا:

اس حملے کی اہم وجہ دنیا میں پھلایا جا رہا اسلاموفوبیا ہے جسے آئے دن مختلف ملکوں اور تنظیموں سے جڑے ہوئے لیڈران اپنے اپنے مقاصد کو پورا کرنے اور اپنی اسلام دشمنی کی فکر کو عام کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں۔ مسلمان لیڈر اور وزیر اعظم نے اسلاموفوبیا اور نسل پرستی کی جم کر مذمت کی۔ ایکٹیویسٹ، ماہرین اور مسلم علما و دانشوران نے کہا کہ قوم مسلم کو مستقل طور پر میڈیا میں غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے، اور مذہب اسلام اور اس کے رسومات سے لا علمی بھی اسلاموفوبیا کی اہم وجوہات ہیں۔

سوشل میڈیا:

اسلاموفوبیا کے پیچھے دنیا کے غلام ذہنیت اور بکے ہوئے افراد اور خود گمراہ میڈیا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ وہ پوری دنیا خاص طور سے امریکہ اور یوروپ میں اسلام مخالف لٹریچر، تقاریر اور دیگر اشیاء کو عام کرنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ سوشل میڈیا ہی کی دین ہے کہ اسلام مخالف ذہنیت آج پورے عالم میں عام ہو چکی ہے اور اس دہشت گرد جیسے ہزاروں نوجوان روز اس فتنے میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ اسی لیے نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم اور دیگر ممالک کے سربراہوں نے سوشل میڈیا پر قدغن لگانے کی مہم تیز کر دی ہے۔ دنیا کی پانچ بڑی سوشل میڈیا کمپنیوں نے میٹنگ کر کے انہیں یقین دہانی کرائی ہے کہ جلد ہی وہ ایسے اقدامات کریں گے جس سے نفرت بھرے لیکچرز اور تقاریر اور دیگر مواد کو عام ہونے سے روکا جا سکے۔ غور طلب ہے کہ اس دہشت گرد نے ایک پورا ۷۴ر صفحات کا کتابچہ انٹرنیٹ پہ حملے سے پہلے ڈالا تھا جو کہ نفرت اور اسلام مخالف ذہنیت سے بھرا ہوا تھا، تا کہ اپنی پلاننگ اور سوچ کو عام کر سکے۔ افسوس کہ سکیورٹی ایجنسیاں اس پہ بروقت کچھ ردعمل نہ کر پائیں۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے:

اس دہشت گردانہ حملہ کی یوں تو پوری دنیا میں شدید مذمت کی گئی، لیکن جس طرح سے نیوزی لینڈ کے لوگوں اور وہاں کی وزیر اعظم نے اس حملے کے بعد مسلم قوم کا ساتھ دیا اور ان کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہوئے وہ اس دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

حملے کے بعد ہی ہزاروں کی تعداد میں نیوزی لینڈ کی عوام نے اس حملے کی شدید مذمت کی اور اپنے مسلم پڑوسیوں کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے جگہ جگہ تعزیتی پروگرام منعقد کیا، نسل پرستی اور اسلاموفوبیا کے خلاف ریلیاں نکالیں، جس میں نیوزی لینڈ کے سفید فام لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان پروگراموں میں تقاریر ہوئیں، دعائیں کی گئیں اور خاموش رہ کر شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

حملے کے چار دن بعد ۱۹ر مارچ کو نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم محترمہ جیسینڈا اارڈن نے پارلیمینٹ میں خطاب کرتے ہوئے اس حملے کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے اپنے خطاب کا آغاز مسلمانوں کی تہنیت ''السلام علیکم'' سے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ۲۸ سالہ انسان ایک دہشت گرد، مجرم اور تشدد پسند ہے، میں اس کا نام لینا گوارا نہیں کرتی، اسے بے نام ہی رہنے دینا چاہیے، ان لوگوں کے نام لیں جنہیں ہم نے کھو دیا، نہ کہ اس کا جو خود انہیں کھونے کا سبب بنا۔ انہوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے وہ شخص بدنامی کا طلب گار ہو، لیکن اسے نیوزی لینڈ کچھ نہیں دے گا، یہاں تک کہ اس کا نام بھی نہیں۔ انہوں نے اپنے خطاب کے دوران بہادر شخص عبدالعزیز کا ذکر کیا جو کہ افغانی نژاد ہیں، جنہوں نے اس مسلح دہشت گرد کا مقابلہ کیا اور جو پہلی چیز ان کے ہاتھ میں آئی اسے دے ماری، جس کی وجہ سے دہشت گرد وہاں سے بھاگ گیا۔ اس طرح انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر دوسروں کی جان بچالی۔

حملے کے وقت عبدالعزیز وہاں موجود تھے، ان کے ہاتھ میں ایک کریڈٹ کارڈ مشین تھی، اسے پھینک کر حملہ آور کو مارا، وہ ڈر کر اپنی گاڑی کی طرف بھاگا، اور گولیوں سے بھری ہوئی دوسری بندوق نکالنے کی کوشش کرنے لگا، اتنے میں عبدالعزیز نے لپک کر اس کی خالی بندوق جو زمین پر پڑی ہوئی تھی اسے اُٹھالی اور گاڑی کے شیشے پر زور سے مارا، جس سے گھبرا کر حملہ آور فرار ہوگیا۔

اگلے جمعہ کو مسجد النور کے سامنے ہیگلے پارک میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا جس میں وزیر اعظم محترمہ جیسینڈا اارڈن سمیت بیس ہزار افراد جمع ہوئے۔ اس موقع پر آرڈن اسکارف پہنے ہوئے تھیں اور انہوں نے حدیث رسول ﷺ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ نماز جمعہ سے پہلے نیوزی لینڈ کے سرکاری چینلوں اور ریڈیو اسٹیشنوں سے اذان نشر کی گئی جسے نیوزی لینڈ سمیت پوری دنیا نے سماعت کیا۔ گلینڈ جوئے جو کہ اسکارف پہن کر اس محفل میں شامل تھیں انہوں نے اپنے جیسی دیگر عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ اب نیوزی لینڈ کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کو بہتر طریقے سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

النور مسجد کے امام جناب جمال فودا جو کہ دہشت گردانہ حملے میں ہلاک ہونے سے بال بال بچے تھے، انہوں نے نماز جمعہ کے خطاب میں کہا کہ اسلاموفوبیا قتل اور بربادی کی بڑی وجہ ہے۔ مساجد میں یہ حملہ راتوں رات کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ یہ کچھ تنگ نظر سیاسی لیڈران میڈیا ایجنسیوں اور کچھ منفی ذہنیت کے حامل افراد کی اسلام مخالف محاذ آرائیوں اور تقریروں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس حملے نے یہ ثابت کردیا کہ دہشت گردی کا نہ کوئی رنگ ہوتا ہے، نہ نسل ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مذہب ہوتا ہے۔ انہوں نے نیوزی لینڈ کی عوام، وہاں کی وزیر اعظم اور پوری دنیا کے امن پسند لوگوں کا اس غم کی گھڑی میں نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے شکریہ ادا کیا۔

۲۴؍مارچ کی شام کو کرائسٹ چرچ شہر میں ایک عظیم تاریخی، تعزیتی مجلس کا انعقاد ہوا جس میں شرکاء کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی۔ ان شرکاء میں بڑے بڑے کالجز کی استانیاں، میڈیا رپورٹر یہاں تک کہ پولیس وردی میں ملبوس خواتین بھی اسکارف سجائے ملک کی مسلم عوام کے ساتھ یکجہتی کا ثبوت دے رہی تھیں۔ خاص بات یہ ہے کہ نیوزی لینڈ کی صرف ا؍ فیصد آبادی مسلمان ہے، باقی ان ریلیوں کو نکالنے والے اور ان کے شرکاء سب سفید فام گوری چمڑی والے مختلف مذاہب کے ماننے والے امن پسند لوگ تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بورڈ تھے جن میں محبت بھرے پیغامات تھے جیسے ’’خوش آمدید۔ آیئے ان کے لیے دعا کریں جو عبادت کررہے تھے۔ اسلاموفوبیا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ محبت کی جیت ہوگی دہشت گردی ہار جائے گی۔ ہم مہاجرین کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مہاجرین کی زندگیاں اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ ہم میں سے ہیں اور ہم ساتھ ہیں۔ نیوزی لینڈ ایک ساتھ کھڑا ہے۔ ہم اپنے مسلم پڑوسیوں کے ساتھ ہیں۔ ہمارے ملک میں دہشت گردی کی کوئی جگہ نہیں۔‘‘

مساجد کے باہر نیوزی لینڈ کے لوگ نمازوں میں آکر پہرے دینے لگے اور مسلمانوں کے گھر جا جا کر ان سے ملنے لگے، انہیں گلے لگانے لگے اور ان کے امن پسند مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔

ایک نیوز چینل کی وہ کلپ بہت مشہور ہوئی جس میں ایک مسلم خاتون، جن کے شوہر اور بیٹے کی چند دن پہلے ہی شہادت ہوئی تھی ان کے صبر اور اللہ تعالیٰ پہ یقین کو دیکھ کر خود ٹی وی رپورٹر رو پڑی اور اسٹوڈیو میں بیٹھے ماہرین کی آنکھیں چھلکے بنا نہ رہ سکیں۔ لوگ تعجب میں تھے کہ یہ مسلمان کس طرح اپنے بڑے بڑے غم جھیل کر بھی صبر کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور اپنے رب کے تئیں ان کا اعتماد کتنا پختہ ہے۔

فرید احمد جنہوں نے اس حملے میں اپنی اہلیہ کو کھو دیا، انہوں نے گھر گھر جا کر اپنے پڑوسیوں کے تعاون کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے بتایا کہ جب میرے پڑوسیوں کو میری اہلیہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ روتے اور دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں ان کے گھر جا کر ان کا شکریہ اس لیے ادا کر رہا

ہوں تاکہ میں انہیں بتا سکوں کہ جس طرح وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اسی طرح میں بھی انہیں چاہتا ہوں۔

مساجد کے باہر ہزاروں خوبصورت گلدستے اور کارڈس سجے ہوئے تھے جو وہاں کے لوگ مہلوکین کی یاد میں لائے تھے۔

وہ دہشت گرد اور اس کے ہم فکر افراد نیوزی لینڈ میں اپنے مقصد میں ناکام ہوگئے۔انہوں نے ۵۱/لوگوں کو عین نماز میں شہید تو کر دیا، لیکن اپنی فکر کو پھیلانے، مسلمانوں میں خوف پیدا کرنے، نیوزی لینڈ کے سفید فام لوگوں میں نفرت ڈالنے اور اسلام سے دشمنی نبھانے کا ان کا منصوبہ بری طرح زمین پہ آ گرا۔

اس حادثے کا اثر یہ ہوا کہ ہزاروں لوگ اسلام کو جاننے کی کوشش کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے رسول ﷺ کے بارے میں، اذان کیا ہے؟ نماز کیا ہے؟ مسلمان کیسے ہوتے ہیں؟ تعلیمات اسلام کیا ہیں؟ مسجدیں کیا ہوتی ہیں؟ ان سب سوالات کے جوابات تلاش کرنے اور اسلامی تعلیمات کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوششیں کرنے لگے، جس کا اہم فائدہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں کے دلوں سے اسلام کے تعلق سے پیدا ہونے والی بدگمانیاں ختم ہوئیں اور بہت سے لوگ اسلام سے قریب آنے لگے۔

حملے کے بعد سے مستقل خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ نیوزی لینڈ کے لوگ بڑی تعداد میں اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ یوروپ میں مذہب ایک نہایت ہی نجی مسئلہ ہے، اس لیے اسلام قبول کرنے والوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ جن مشہور لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی خبریں موصول ہوئیں ہیں، ان میں نیوزی لینڈ کے مشہور رگبی کھلاڑی اوفا طو نافاسی (Ofatuunafasi) اور دوسرے مشہور رگبی کھلاڑی سونی ویلیمس جو کہ پہلے مسلمان ہو چکے ہیں، ان کی والدہ نے اسلام قبول کیا۔ ایک خاتون میگان لولیڈی کے بارے میں خبر آئی کہ انہوں نے ۳/لوگوں کے ساتھ کرائسٹ چرچ کی مسجد میں جا کر اسلام قبول کیا۔ یہ چوبیس سالہ خاتون ایک کیفے میں کام کرتی ہیں جو کہ بچپن میں اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ سے یہاں منتقل ہوئی تھیں۔ اب وہ پورا حجاب کرتی ہیں اور اپنا عربی نام استعمال کرتی ہیں اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ پنج وقتہ نماز ادا کرتی ہیں۔

''النور'' اور ''لن ووڈ'' کے مسلمانوں کی شہادت نیوزی لینڈ اور یوروپ کے لاکھوں لوگوں کو دین کی دعوت دے گئی اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کا ہمدرد بنا گئی۔ جس کے مثبت نتائج جلد ہی برآمد ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

دورحاضر کی دعوتِ ولیمہ: ادائے سنت یا ریاکاری

تحریر: سعدیہ سلیم شمسی، آگرہ☆

شادی کی تقریبات میں ولیمہ ایک ایسا عمل ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ ولیمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت محبوب اور مرغوب سنت ہے، اور اس کا سب سے بڑا مقصد اللہ پاک کا شکر ادا کرنا ہے کہ اللہ نے انسان کو ایک شریکِ حیات عطا کی جو اس کی زندگی کے لیے تسکینِ خاطر کا باعث ہوگی اور زندگی کے نشیب و فراز میں اس کی مونس و ہمدرد بھی۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بتایا گیا کہ اس خوشی میں دعوت کا اہتمام کیا جائے اور اپنے دوستوں، رشتے داروں نیز غربا کو بھی اپنی اس خوشی میں شریک کیا جائے، چنانچہ ولیمہ اسی خوشی کا اظہار ہے، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ولیمہ اپنی استطاعت بھر صرف خوشی کا اظہار ہو، دولت، تعلقات، عزت اور اپنی سماجی اہمیت کا مظاہرہ نہ ہو۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش ہرگز نہ ہو۔

لیکن دوسری طرف سچائی یہ بھی ہے کہ اس پاکیزہ سنت کو ادا کرنے میں لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ مسکینوں اور غریبوں کو دعوت دینے کی بجائے زیادہ تر امیروں اور مال داروں کو مدعو کیا جاتا ہے، جب کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے کہ: بدترین کھانا وہ ولیمہ ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے۔ (بخاری و مسلم شریف)

ولیمہ اس قدر مبارک عمل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ شادی کے کھانے میں ہم کو جو لذّت اور خوش بو ملتی ہے وہ عام کھانوں میں نہیں ملتی؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولیمہ کے کھانے میں خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! اس کھانے کو لذیذ اور بابرکت بنا۔ ولیمہ میں جنت کے کھانے کا مزہ ہوتا ہے۔ (کنز العمال)

ملاحظہ کیجیے کہ ولیمے کی دعوت میں اللہ عزوجل نے کس قدر لطف رکھا ہے۔ اس ولیمے کی دعوت کی اہمیت و برکت کا اندازہ اس حدیث نبوی سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے جس میں فرمایا گیا ''جو شخص بلا عذرِ شرعی دعوت (ولیمہ) میں نہ جائے۔ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔'' (بخاری و مسلم شریف)

اس قدر اہمیت و عظمت والی دعوت جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین سنتوں میں سے ایک ہے، کو ہم نے دنیاوی خرافات کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ استغفر اللہ۔ تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کو بھی یہ بات آسانی سے سمجھ آجائے گی کہ ولیمہ جب سنت ہے، دنیاوی رسم نہیں، تو اسے کرنا بھی اسلامی طریقہ سے ہی چاہیے، نہ کہ دنیاوی طریقے سے۔ مگر افسوس! آج کل ولیمے کی تقریب میں بھی برات سے زیادہ ہجوم دیکھائی دیتا ہے، اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے، غربا کی شرکت کو ناپسند اور اپنے مقام و مرتبہ کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ خواتین کی بے پردگی کا یہ عالم دیکھا جاتا ہے کہ دسمبر اور جنوری کے کڑکتے جاڑے میں بھی ان کے جسم پر بہت ہی باریک اور کم سے کم لباس دیکھنے کو ملتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ساری محفل میں ویڈیو فلم، سیلفی وغیرہ بنا بنا کر پورے سوشل میڈیا پر وائرل کیا جاتا ہے، اور پوری محفل میں بے پردگی کا

☆ (ریسرچ اسکالر عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد)

ایک طوفان آیا ہوا ہوتا ہے، حتی کہ دلہن کی تصاویر بار بار پروجیکٹر پر لائیو شو ہو رہی ہوتی ہیں اور ہر عام اور خاص راہ چلتا اسے مزے سے دیکھتا اور اس کا لطف لیتا ہے۔ شادی میں شرکت کرنے والے مہمان یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ واہ کیا شاندار شادی کی ہے۔ اس وقت ان کے یہ الفاظ سن کر میں دنگ رہ جاتی ہوں کہ یا اللہ ہماری اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ اور ہم کس طرف جا رہے ہیں، لیکن اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ ایمان کی دوسری سطح پر عمل کرتے ہوئے کم از کم میں اس کو غلط کہنے کی ہمت تو رکھتی ہوں۔ اس لیے شاید لوگ مجھے پسند نہیں کرتے اور مجھے طرح طرح سے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کا یہ شعر میری اس بات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے.....

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مرد اور عورتیں سب ایک ساتھ اس محفل کا مزہ لیتے ہیں اور کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ دو تین گھنٹے کی اس جھوٹی شان و شوکت کے لیے ہم کتنے بڑے گناہ اور ریا کاری کی لعنت کو اپنے سر باندھ لیتے ہیں۔ کیا یہی سنت ہے؟ کیا اسی طرح دعوت ولیمہ کی تقریب ہونی چاہیے؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ریا کاری کے طوفان میں بعض علمائے دین بھی یا یوں کہہ لیں کہ علمانما حضرات بھی بڑھ چڑھ کر شامل ہوتے ہیں، لیکن اظہارِ افسوس کی ہلکی سی شکن بھی ان کے ماتھے پر دیکھنے کو نہیں ملتی۔ کیا علما اپنی ذمے داریاں بھول گئے؟ یا انہیں اس طرح کے ولیمے کی قباحت نظر نہیں آتی؟ کیا ایسے ہی ولیمے کا حکم دیا گیا تھا؟

اس طرح کے ولیمے میں دوسری خرابی یہ بھی دیکھیے، کھانے کا بے تحاشہ اسراف اور نہ جانے کتنے اقسام کے کھانوں اور ان کی بربادی کے مناظر آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ کھانوں سے لبریز پوری پوری پلیٹیں کوڑے کے ڈبے میں نظر آتی ہیں۔ نہیں، یہ سنت نبوی نہیں، یہ آپ سنت ادا نہیں کر رہے، ایک ریا کاری کر رہے ہیں، جس سے آپ اپنے آپ کو گناہوں کے انبار میں لے کر جا رہے ہیں۔ خدارا اب بھی سنبھل جایے، توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔ ولیمے کی تقریب جس کو آپ سنت کا نام دیتے ہیں، اسے سنت کی طرح ادا کرنے کی کوشش کیجیے، اور اپنے رویوں میں تبدیلی لایے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کیجیے، اسراف، فضول خرچی سے بچیے۔ اور اس بات کو یقینی بنایئے کہ ولیمے کی تقریب سادہ اور مختصر ہو۔ اس تقریب میں سارے خاندان اور احباب کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں ہے۔ عہد نبوی میں صحابہ کرام اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کرتے تھے لیکن دعوتِ ولیمہ وغیرہ میں کسی بہت بڑی محفل کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ آیئے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ولیمے کی دعوت کا منظر دیکھیں:

حدیث شریف کی مشہور و معروف کتاب سنن بیہقی میں ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر خیبر اور مدینۂ منورہ کے درمیان تین روز قیام فرمایا اور اسی مقام پر ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر کے دعوتِ ولیمہ کی۔ آپ نے دسترخوان پر کھجور، پنیر اور گھی رکھ دیا۔ دوسرے حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی قسم کا سامان لائے اور سب کو ملا کر لوگوں نے تناول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نکاح کی صبح کو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ: جس شخص کے پاس کھانے پینے کا سامان ضرورت سے زائد ہو اُسے لا کر رکھ دے، چناں چہ لوگوں نے کھجور، ستّو اور گھی کے ڈھیر لگا دیے اور اسی سے ولیمہ کی دعوت ہوئی۔ (سنن بیہقی)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھجور اور ستّو کا ولیمہ کھلایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات سے نکاح کے موقع پر زیادہ مقدار میں ولیمہ کا کھانا کھلایا ہے۔ ثابت بنانی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ولیمہ کی مقدار کیا تھی؟ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

قومی مسائل **قسط دوازدھم**

اسلامی قوانین پر تنقید آرائیاں

طارق انور مصباحی
{tariqueanwer313@gmail.com}

غیر مسلم دانشوروں کا ایک طبقہ آغاز اسلام سے ہی اسلام و مسلمین کے خلاف زہر افشانی کرتا آرہا ہے۔تعجب اس وقت ہوتا ہے کہ جب ان کے مذہب کے قوانین، اسلامی قوانین کی بہ نسبت زیادہ قابل اعتراض، خلاف فطرت اور غیر معقول ہوتے ہیں، لیکن یہ لوگ اپنے مذہبی حقائق کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اسلامی قوانین پر تنقیدیں کرتے ہیں۔

ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے سبب یہاں سلطنت اسلامیہ کا خاتمہ ہو گیا۔اہل تعصب وعناد جو اسلامی سلطنت کے خوف سے اب تک خموش تھے،انہوں نے اعلانیہ اسلامی قوانین پر تنقید آرائی شروع کر دی۔ ہندوستان کے ایک مشہور قانونی مؤرخ ''پروفیسر ایم پی جین'' نے بھی اپنی کتاب "Outlines of Indian Legal History" میں اسلامی قوانین پر دماغ سوزی کی ہے۔عہد حاضر میں ہندوستانی میڈیا نے طلاق ثلاثہ، نکاح حلالہ، تعدد ازدواج جیسے اسلامی مسائل پر ملک بھر میں کہرام مچا رکھا ہے۔

ایم پی جین {M P Jain} پروفیسر آف لا، دہلی یونیورسٹی (دہلی) کی ہندوستان کی قانونی تاریخ پر معرکۃ الآرا کتاب "Outlines of Indian Legal History" کا اردو ترجمہ بنام ''ہندوستان کی قانونی تاریخ'' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (دہلی) نے شائع کیا ہے۔اس کتاب کے چند اقتباسات سپرد قرطاس کیے جاتے ہیں۔الزامی جواب کے طور پر قوم ہنود کی مشہور ومقبول مذہبی کتاب ''منوسمرتی'' سے ''ہندو قوانین'' بھی زینت قرطاس ہیں۔نیز تنقید نگاروں سے عرض ہے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔حیرت ہے کہ مجرم انہیں الزام دیتا ہے جو جرائم سے پاک ہے۔ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے۔''الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے''۔

یہود ونصاریٰ اور مختلف اقوام عالم کی جانب سے اسلامی قوانین اور اسلامی سزاؤں پر تنقیدیں کی جاتی رہی ہیں۔غلط پروپیگنڈا کے سبب کبھی انصاف پسند لوگ بھی اچھا کو برا اور صحیح کو غلط سمجھ بیٹھتے ہیں۔پروفیسر ایم پی جین کے متعدد اعتراضات منقولہ ذیل ہیں۔

(الف) ''بظاہر اسلامی قانون فوجداری بہت سخت تھا، کیوں کہ اس نے بعض بڑی ظالمانہ سزاؤں مثلاً قطع اعضا اور سنگ باری کی سزاؤں کی اجازت دے رکھی تھی''۔(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۲۱۹-قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، دہلی)

(ب) ''اسلامی قانون فوجداری کئی اعتبار سے غیر معقول تھا''۔(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۲۲۰)

(ج) ''اسلامی قانون فوجداری معاشرے میں جرائم کی روک تھام کے لیے زیادہ موزوں نہیں تھا۔اس نظام کے کچھ ایسے اصول اور قاعدے تھے، جن کی خرابیاں کوئی بھی مہذب حکومت زیادہ لمبے عرصے تک برداشت نہیں کر سکتی تھی۔کئی اعتبار سے یہ نظام ناکافی تھا اور اس میں خامیاں تھیں''۔(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۲۳۰)

(د) ''بعض جرائم کے لیے اسلامی قانون نے عضو کاٹ دینے کی ظالمانہ سزا کی اجازت دی تھی۔ایسی سزا کے نتائج سماجی بھلائی کے لیے مددگار ثابت نہیں ہو سکتے تھے، کیوں کہ اس شخص کے لیے جسے ایسی سزا دی گئی ہو، اپنی بقیہ زندگی مصیبت میں گزارنے کے علاوہ اور کوئی

چارۂ کار نہیں تھا''۔(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۳۷)

اعتراف حقائق

ایم پی جین نے اسلامی قانون فوجداری پر تنقید کے ضمن میں کچھ ایسے حقائق بھی رقم کر دیا ہے کہ خود اس کے اعتراضات مہمل ہو کر رہ گئے ہیں۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر پھینکنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

(۱) ایم پی جین نے لکھا: ''مندرجہ بالا مختصر جائزے سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ بظاہر اسلامی قانون فوجداری بہت سخت تھا، کیوں کہ اس نے بعض بڑی ظالمانہ سزاؤں مثلاً قطع اعضا اور سنگباری کی سزاؤں کی اجازت دے رکھی تھی، لیکن اس زمانے کے بعض بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض وجوہات سے اسلامی قانون کو سرکاری حلقوں میں سخت نہیں سمجھا جاتا تھا، مثلاً یہ بیان کیا گیا کہ:

''ایک نظام قانون کی حیثیت میں اسلامی قانون نرم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ یہ سزائیں جن کی اس نے اجازت دے رکھی ہے، وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں، پھر بھی نہ صرف یہ کہ ان پر عملدرآمد کو جچوں پر شاذ و نادر ہی لازم بنایا جاتا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قانون اسلامی کو یہ ذہن میں رکھ کر وضع کیا گیا ہے کہ مجرم کو بچ نکلنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں، نہ کہ اس غرض سے کہ ضروری شہادت کے موجود ہونے پر اسے سزاوار قرار دیا جائے، اور مناسب سزا دی جائے۔

اسی طرح وارن ہسٹنگز نے بھی ایک بار کہا کہ: ''اسلامی قانون کی بنیاد خونریزی سے نفرت اور نرم ترین اصولوں پر ہے''۔

اس تبصرے کی دراصل وجہ یہ تھی کہ چوں کہ ملزم کو سزا دلانے میں بے حد مشکلات پیش آتی تھیں، اس لیے سزاؤں کو سخت رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا''۔(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۱۹۷-قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، دہلی)

(۲) ایم پی جین نے اسلامی حدود و تعزیرات سے متعلق لکھا: ''حد کی سزائیں دینے پر عملاً کچھ پابندیاں تھیں۔ حد کے زمرے میں آنے والی سزاؤں کے لیے یہ ضروری ہوتا تھا کہ جرم کا ثبوت مناسب اور باضابطہ ہو۔ مجرم کو سزا دینے کے لیے ضروری تھا کہ دو یا چار ایسے عینی شاہدوں کی گواہیاں ہوں جن کی دیانت داری مسلم الثبوت ہو۔ مثال کے طور پر زنا کے ثبوت کے لیے صرف ایسی صورت میں سزا دی جاسکتی تھی، جب کہ چار ایسے گواہ موجود ہوں، جو یہ شہادت دیں کہ انہوں نے زنا کا فعل ہوتے خود ہی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یوں گویا عملاً کسی شخص کو زنا کے جرم میں اس وقت تک سزا نہیں دی جاسکتی تھی، جب تک کہ اس نے شائستگی کا لحاظ نہ رکھا ہو، اور فعل کھلے عام نہ کیا ہو۔

کسی ملزم کو حد کی سزا اس کے اقبال جرم پر دی جاسکتی تھی، لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اقبال جرم قاضی کے سامنے چار بار کیا ہو۔ اس کے علاوہ ایک بار جرم کا اقبال کرنے کے بعد اس جرم کے ارتکاب سے کسی وقت بھی انکار کیا جاسکتا تھا۔ شہادت کے اصول تو سخت اور فنی نوعیت کے تھے ہی، معمولی شبہہ بھی جج کو حد کی سزا دینے سے باز رکھ سکتا تھا''۔

(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص ۱۶۷، ۱۷۷-قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، دہلی)

(۳) اگر چہ برطانوی حکومت نے اسلامی فوجداری قانون کو کالعدم کر دیا تھا، لیکن کورٹ وکچہری میں کسی حادثہ کے وقت قانون دانوں سے اسلامی قانون دریافت کیا جاتا، تاکہ اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جاسکے۔ کبھی بھی فیصلہ کے لیے ہندو قانون دریافت نہ کیا گیا، حالاں کہ ہندوؤں کے مذہبی وعائلی امور کے فیصلوں کے لیے ہندو مذہبی کتابوں کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا تھا۔ ایم پی جین نے برطانوی لا کمیشن: ۱۸۶۰ء کے حوالہ سے لکھا: ''عدالتیں عام طور پر عدالتوں کے ہندوستانی ماہرین قانون سے یہ سوال کرتی ہیں کہ کسی معاملے میں

اسلامی قانون نے کیا سزا مقرر کی تھی؟'' (ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص۹۷۲)

(۴) آج بھی جو فوجداری قانون ملک میں رائج ہے، اس کی بنیاد اسلامی قانون فوجداری ہے۔ ایم پی جین نے لکھا:

''اسلامی قانون فوجداری میں ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت جو تبدیلیاں عمل میں آئیں، ان کی ابتدا اٹھارہویں صدی کے آخری سالوں میں ہوئی تھی، لیکن پھر بھی فوجداری قانون کی بنیاد اب بھی اسلامی قانون فوجداری ہی تھی، اس لیے جو کچھ تبدیلیاں ہوئیں، وہ اسلامی قانون ہی میں ہوئیں۔ ۱۸۵۲ء میں سر جارج کیمپبل نے صورت حال یوں بیان کی:

''ہمارے فوجداری نظام کی بنیاد اب بھی اسلامی قانون ہے، لیکن ہمارے ضابطوں کے ذریعے اس میں اتنی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور اتنے اضافے کیے گئے ہیں کہ اب اسے بمشکل اسلامی قانون کہا جا سکتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ مسلسل ترمیمی قوانین اور ان پر عمل کی وجہ سے ہمارا ایک اپنا فوجداری قانون کا نظام وجود میں آ گیا ہے۔ یہ وہ نظام قانون ہے جسے وہ لوگ خوب سمجھتے ہیں، جن کا پیشہ ہی قانون ہے اور جس کو عمل میں لانے کے لیے اصل اسلامی قانون اور مسلمان وکلا کی طرف حقیقتاً بہت کم رجوع ہونے کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن پھر بھی وہ اندرونی ڈھانچہ جس پر موجودہ عمارت قائم ہے، اسلامی قانون ہی ہے۔ اگر اسلامی قانون کو ہم یکسر ختم کر دیں تو کتنے ہی ایسے عام جرائم ہیں، جن کی نہ تو ہم تحدید کر سکیں گے، اور نہ ان کے ارتکاب کے لیے سزا کا تعین کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی بنیادی اختیار ہوگا''۔

(ہندوستان کی قانونی تاریخ جلد دوم ص۷۵۳، ۷۵۴)

اسلامی حدود وتعزیرات

(۱) اگر کسی نے کسی کو قصداً قتل کر دیا تو مقتول کے بدلے اسے قتل کیا جائے، یا مقتول کے وارثین کی رضامندی ہو تو دیت (خون بہا) ادا کرے۔

(۲) شادی شدہ بدکاری کرے تو سنگسار کیا جائے۔ غیر شادی شدہ بدکاری کرے تو سو کوڑے لگائے جائیں۔

(۳) چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جائے۔

مذکورہ بالا اسلامی حدود پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہندو مفکرین نے زبردست بھی تنقیدیں کی ہیں۔ ذیل میں ہندو دھرم کی سزائیں رقم کی جاتی ہیں، تاکہ ان مفکرین کو آئینہ دکھایا جا سکے۔ مذہب اسلام کے معاشرتی احکام پر انگشت نمائی کی جاتی ہے، اس لیے ہندو دھرم کے معاشرتی و عائلی اصول وقوانین بھی ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ یہ ایک علمی تقابل ہے جو انصاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک اپنے گھر کی خبر لے۔

ہندو دھرم کی سزائیں، کفارے، رسوم ورواج

اگر ہندو دھرم کے لوگ اپنے دھرم کی سزاوں، کفاروں اور رسوم ورواج پر غور وفکر کریں تو کبھی بھی اسلامی قوانین پر اعتراض نہ کر سکیں۔ ہاں، اگر کوئی شرم وحیا سے عاری ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اب ہمیں قوم ہنود کی تنقیدوں کی جانب متوجہ ہو کر انہیں آئینہ دکھانا پڑے گا، ورنہ ہماری خموشی سے جرائم کو قوت مل جائے گی۔ ہندو دھرم کی چند سزائیں، کفارے، اور رسوم ورواج درج ذیل ہیں۔

(۱) قتل کرنا (۲) ہاتھ کاٹنا (۳) پیر کاٹنا (۴) بدن کا کوئی حصہ کاٹنا (۵) عضو تناسل کاٹنا (۶) ہونٹ کاٹنا (۷) ناک کاٹنا (۷) منہ اور کان میں گرم تیل ڈالنا (۸) منہ میں جلتی ہوئی لوہے کی کیل ڈالنا (۹) کتوں سے چیر پھاڑ کرانا (۱۰) لوہے کے تخت پر رکھ کر نیچے سے آگ جلا کر ہلاک کرنا (۱۱) ساری دولت چھین لینا (۱۲) ملک بدر کرنا (۱۳) گائے کے پیشاب سے سر منڈنا (۱۴) گائے کے پیشاب سے نہلانا

(۱۵) ستی کی رسم یعنی شوہر کی موت پر بیوی کو اسی کے ساتھ جل جانا (۱۶) بچہ پیدا نہ ہونے پر عورت کا غیر مرد سے صحبت کرنا۔

منوسمرتی

''منوسمرتی'' ہندو دھرم کی قدیم قانونی کتاب ہے۔اس کے مصنف کا نام ''منوجی'' ہے۔بھارت کی برطانوی حکومت کی گذارش پر منوسمرتی کا انگریزی ترجمہ سب سے پہلے ولیم جانس {William Jones} نے کیا، جو ۱۷۹۴ء میں شائع ہوا۔میں نے ''منوسمرتی'' کے اشلوکوں کو ''منوسمرتی'' (سنسکرت مع ہندی ترجمہ) مترجم: پنڈت گریجا پرساد ڈویویدی {Pandit Girija Parsad Dvivedi} طبع اول: ۱۹۱۷ء، مطبوعہ: نول کشور پریس (لکھنو) سے اخذ کیا ہے۔

میں نے آسانی کی خاطر ہندی عبارتوں کے مفہوم کو اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔راقم الحروف کے پاس منوسمرتی کے سنسکرت، ہندی، انگلش اور عربی نسخے موجود ہیں۔میں نے سنسکرت سے ناآشنا ہونے کے سبب ان تراجم پر ہی اعتماد کیا۔

ویداور منوسمرتی

(۱) ہندو قانون کی اصل اول ''وید'' ہے۔(منوسمرتی، ادھیائے ۲، شلوک ۶، ص ۲۴)

(۲) منوجی نے جو کچھ بیان کیا، وہ وید کے احکام ہیں۔(منوسمرتی، ادھیائے ۲، شلوک ۷، ص ۲۴)

(۳) احکام مذہبی وید میں ہیں اور قانون سمرتی میں ہے۔پس یہی دونوں مذہب کی اصل ہیں تو ان میں اختلاف سے بچو۔

(منوسمرتی، ادھیائے ۲، شلوک ۸، ۹، ص ۲۴)

مذکورہ بالا شلوکوں سے معلوم ہوا کہ وید اور منوسمرتی ہندو دھرم کی اصل کتابیں ہیں۔ان کتابوں میں بیان کردہ احکام تمام ہندوؤں کے لیے واجب العمل ہیں۔

قتل کی سزا

(۱) قاتل کو قتل کرنا کوئی جرم نہیں، خواہ لوگوں کے سامنے قتل کرے، یا تنہائی میں قتل کرے۔

(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۳۵۱، ص ۳۰۶)

(۲) قاتل کو بلا تردد قتل کرنا واجب ہے، خواہ وہ قتل کرنے والا استاذ ہو یا بچہ، بڈھا ہو یا وید یاد رکھنے والا برہمن۔ایسے قاتل پر بلا غور وفکر حملہ کرے۔(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۳۵۰، ص ۳۰۵، ۳۰۶)

توضیح: اسی منوسمرتی میں لکھا گیا ہے کہ برہمن کسی کو قتل بھی کردے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔یہاں قتل کا حکم لکھا گیا ہے۔یہ کھلا ہوا تضاد ہے۔بہر حال قتل کے بدلے قتل کا حکم ہندو دھرم بھی ہے، پھر اسلامی قانون پر اعتراض کیوں؟

چوری کی سزا

(۱) اگر چوری کیا ہوا مال جیسے سونا، چاندی وغیرہ ایک سو پل سے زیادہ ہو تو چور کو مار ڈالے، اور پچاس پل سے زیادہ ہو تو ہاتھ کاٹ

ڈالے۔(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۲۲،ص ۳۰۱)

توضیح:''پل''ایک تولہ کا سولہواں حصہ ہوتا ہے۔

(۲)کسی عورت کا قیمتی زیور یا جواہرات وغیرہ چوری کرلے تو چور کے بدن کا کوئی حصہ کاٹ دینا چاہئے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۲۳،ص ۳۰۱)

(۳)برہمنوں کا سامان یا گائے کی چوری کرے یا اسے چھری سے مارے تو چور کا آدھا پیر کٹوا دینا چاہئے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۲۴،ص ۳۰۱)

بدکاری کی سزا میں ناانصافیاں

(۱)شودرا گر برہمن عورت سے جماع کرے تو شودر کا عضو تناسل کاٹ دیا جائے ،اور دولت چھین لی جائے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۷۴،ص ۳۰۹)

عورت کے لیے کوئی سزا نہیں ،سزائیں شودر ہی کے لیے ہیں۔عضو کاٹنے پر بھی صبر نہیں ،دولت بھی چھین لی جائے۔انگلش وعربی تراجم میں اسی شلوک میں ہے کہ اگر شودر کسی آریائی عورت سے بدکاری کرے تو اس کی دوصورت ہے۔اگر وہ عورت اپنے شوہر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ نہیں ہے تو شودر کا عضو تناسل کاٹا جائے ،اور تمام دولت چھین لی جائے۔اگر وہ عورت محفوظ ہے تو شودر کا عضو کاٹا جائے ،دولت چھین لی جائے ،اور شودر کو قتل کردیا جائے۔

(۲)شودرا گر برہمن عورت کے ساتھ بدکاری کرے تو شودر ہلاک کرنے کے لائق ہے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۵۹،ص ۳۰۷)

(۳)جو دوسرے کی بیوی سے زنا کرے ،اس کی ناک وغیرہ کاٹ کر ملک بدر کردے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۵۲،ص ۳۰۶)

(۴)ویشیہ اگر برہمن عورت سے بدکاری کرے تو اسے ایک سال قید میں ڈالا جائے ،اور اس کی دولت چھین لی جائے۔کشتری اگر برہمن عورت سے بدکاری کرے تو ایک ہزار پن ڈنڈ کیا جائے ،اور اس کا سر گدھے کے پیشاب سے مونڈوا دیا جائے۔

(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۷۵،ص ۳۱۰)

(۵)برہمن اگر کسی برہمنی عورت سے زبردستی بدکاری کرے تو ایک ہزار پن ڈنڈ دے اور برہمنی کی رضامندی سے کرے تو پانچ سو پن ڈنڈ دے۔(منوسمرتی ،ادھیائے ۸،شلوک ۳۷۸،ص ۳۱۰)

ایک ہی جرم مختلف قسم کے لوگ کریں تو سب کی سزا الگ ہے۔یہ کون سا انصاف ہے؟اسی طرح منوسمرتی اور ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ناانصافیوں اور تضادات سے بھری پڑی ہیں۔عہد حاضر میں قوم ہنود اسلامی حدود وتعزیرات کو ظالمانہ قوانین بتاتی ہے ،حالاں کہ ہندومت کے قوانین ظلم اور ناانصافی کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں۔

(۶)جب بیوی گھمنڈ یا اپنے خاندان پر فخر یا اپنی خوبصورتی کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو بادشاہ اسے لوگوں کے مجمع کے سامنے کتوں کے پاس ڈال دے ،تاکہ وہ اسے چیر پھاڑ دیں اور جو مرد اس عورت کے ساتھ بدکاری کرتا ہو ،اسے جلانے کی سزا دے ،اس طرح

کہ اسے لوہے کے ایک تخت پر رکھ دے، اور اس کے نیچے آگ روشن کردے، یہاں تک کہ وہ مر جائے۔
(منوسمرتی ادھیائے ۸، شلوک ۳۷۰، ۳۷۱، ص ۳۰۶)

گرم تیل اور لوہے کی میخ ڈالنا

(۱)''جو شودر آریوں کو مذہب کی تعلیم دے، راجہ اس کے منہ اور کان میں گرم تیل ڈالے''۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۷۲ ص ۲۹۴)

(۲) جب شودر، برہمن، کشتری اور ویشیہ (دوبارہ جنم لینے والوں) کو نام اور ذات کو بول کر بدکلامی کرے تو اس کے منہ میں دس انگل کی جلتی ہوئی لوہے کی کیل ڈالنی چاہئے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۷۱ ص ۲۹۳)

شودروں کے اعضائے بدن کو کاٹنا

(۱) اگر کوئی شودر کسی برہمن، کشتری یا ویشیہ سے سخت کلامی سے پیش آئے تو اس کی زبان کاٹ لی جائے، کیوں کہ شودر پیر سے پیدا ہوا ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۷۰ ص ۲۹۲)

شودر کو آریوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر شودر انہیں کچھ اونچ نیچ بول دے تو زبان کاٹ لی جائے۔ اگر خدانخواستہ ملک ''ہندوراشٹر'' بن جائے تو نہ جانے کتنے شودروں کی زبانیں کٹ جائیں گی۔ پتہ نہیں یہ الہام کس پر ہوا تھا کہ شودر، آریہ قوم کی خدمت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

(۲) جب شودر، برہمن، کشتری اور ویشیہ (دوبارہ جنم لینے والوں) کو نام اور ذات کو بول کر بدکلامی کرے تو اس کے منہ میں دس انگل کی جلتی ہوئی لوہے کی کیل ڈالنی چاہئے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۷۱ ص ۲۹۳)

شودر اگر کسی آریائی قوم کے فرد کو ایسا کہے تو یہی سزا ہے۔ شودر کی جان آریوں کے یہاں جانوروں سے بھی بدتر ہے، پھر بھی شودر اقوام، ہندودھرم سے کیسے منسلک ہیں؟ تعجب ہوتا ہے۔

(۳) شودر، آریوں کو اپنے بدن کے جس حصے سے مارے، اس حصہ کو کاٹ دیا جائے، ہاتھ سے مارے تو ہاتھ کو اور پیر سے مارے تو پیر کو کاٹ دیا جائے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۷۹ ص ۲۹۴)

(۴) نچلی ذات والا، اونچی ذات والے کو جسم کے جس حصہ سے تکلیف دے، اس حصہ کو کاٹ دیا جائے۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۸۰ ص ۲۹۴)

(۵) شودر، آریوں کے بدن پر تھوکے تو دونوں ہونٹ کاٹ ڈالے، اور پیشاب کرے تو عضو تناسل کاٹ ڈالے اور پادے تو مقعد کا گودا کاٹ ڈالے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۸۳ ص ۲۹۴)

(۶) جو شودر اونچی ذات والے کا بال، پاؤں، داڑھی، گردن وفوطہ کو پکڑے تو فوراً بلا تامل اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۸۴ ص ۲۹۴)

آج کل ہندودھرم کے لوگ اسلامی قوانین پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور اسے ظالمانہ قوانین قرار دیتے ہیں۔ وہ لوگ

ذرا اپنے گھر کی خبر لیں۔شودر اگر برہمن کا بال پکڑ لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔کیا یہ ظلم عظیم نہیں ہے؟

برہمنوں کے مظالم کی معافی

(۱) جس برہمن کو رگ وید یاد ہو، وہ اگر تینوں جہانوں کا ناس کر دے تو پھر اس کے اوپر کوئی گناہ نہ ہوگا۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۱۱، شلوک ۲۶۲، ص ۴۴۲)

(۲) برہمن کی ہر حال میں تعظیم ہونی چاہئے، گر چہ وہ تمام گھٹیا کام کرے، کیوں کہ برہمن معبود ہے۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۳۱۹، ص ۳۷۱)

(۳) راجہ کو چاہئے کہ وہ کسی برہمن کو سزا نہ دے، اگر چہ اس نے کیسا ہی گناہ کیا ہو۔(منوشاستر ادھیائے ۸، شلوک ۳۸۰، ص ۳۱۰)

(۴) برہمن کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اسے جسمانی تکلیف دی جائے گی، خواہ وہ کوئی بھی گناہ کرے، بلکہ اسے ملک بدر کر دیا جائے گا۔(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۳۷۹، ص ۳۱۰)

برہمن دنیا کا مالک

(۱) اگر برہمن زمین میں دفن خزانہ پائے تو وہ تمام مال لے لے، کیوں کہ برہمن درحقیقت اس دنیا کی ہر چیز کا مالک ہے۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۳۷، ص ۲۵۲)

(۲) اگر بادشاہ زمین میں دفن خزانہ پائے تو وہ آدھا مال برہمن، کشتری اور ویشیہ کو دے اور آدھا اپنے خزانہ میں رکھے۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۳۸، ص ۲۵۲)

(۳) برہمن، اپنے غلام شودر سے دولت لے لے۔اس میں کچھ بچار نہ کرے، کیوں کہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں۔
(منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۴۱۷، ص ۳۱۶)

(۴) شودر طاقت رکھنے پر بھی دولت جمع نہ کرے، کیوں کہ شودر کے پاس دولت ہو جانے سے وہ برہمنوں کو نقصان پہنچا تا ہے۔جب جاہل کے پاس دولت ہوتی ہے تو وہ عالموں کی خدمت چھوڑ دیتا ہے، اور ان کو حقیر سمجھنے لگتا ہے۔اس واسطے دولت سے شودر کا دھرم ناش ہو جاتا ہے۔(منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۱۲۹، ص ۳۹۷)

(۵) اگر نیچ ذات والا آدمی لالچ سے بڑی ذات والوں کے کام اور پیشہ کو اپنائے تو راجہ اس کی تمام دولت ضبط کر کے ملک سے باہر کر دے۔(منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۹۶، ص ۳۹۲)

ہندو دھرم میں شودروں کو علم وفضل، عزت وحرمت، دولت وثروت، حکومت وسلطنت اور دیگر تمام دنیاوی نعمتوں سے محروم رکھنے کی مکمل کوشش کی گئی ہے، اور برہمنوں کو بالکل ایک دیوتا کی طرح بنا کر پیش کیا گیا ہے۔آج بھی ملک ہند میں برہمن وراجپوت کا غرور و گھمنڈ انسانی اخلاق وکردار سے بہت دور ہے۔آریائی اقوام آج بھی یہی خیال کرتی ہیں کہ وہ آج بھی بھارت کے بے تاج بادشاہ ہیں۔

دستور ہند نے آریائی اقوام کو بھی عام شہریوں کی طرح شہری قرار دیا۔انہیں کچھ فوقیت نہیں دی گئی ہے۔اسی طرح چھوت چھات کے خلاف بھی قوانین بنائے گئے، تاہم آریوں کا غرور کسی طرح کم نہ ہوسکا۔شودر کوئی اچھا پیشہ بھی اختیار نہ کرے، بلکہ وہ گھٹیا قسم کے پیشے سے ہی

منسلک رہے، تاکہ ہمیشہ فقر وفاقہ میں مبتلا رہ کر وہ آریوں کی غلامی کرتا رہے۔

شودر ہیں برہمنوں کے پیدائشی غلام

(۱) برہمنوں کی خدمت کرنا شودروں کا سب سے بڑھ کر دھرم ہے، اور جو شودر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کرتا ہے، وہ اپنی زندگی برباد کرتا ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۱۲۴، ص ۳۹۴)

(۲) برہمن کی غلامی سے شودر کو نجات ملے گی۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۱۲۳، ص ۳۹۴)

(۳) شودر کا اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں کہ وہ برہمنوں کی خدمت نہ کرے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۱۲۵، ص ۳۹۴)

(۴) خریدے ہوئے و بنا خریدے شودروں سے خدمت ہی کروائے، کیوں کہ خالق نے شودروں کو خدمت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۴۱۲، ص ۴۱۶)

(۵) شودر آزاد کرنے سے بھی آزاد نہیں ہوگا اور نہ ہی خدمت سے چھٹکارا پائے گا، اگر چہ اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا ہو، کیوں کہ اسے کوئی آزاد نہیں کر سکتا، اس کے علاوہ جس نے اسے پابند بنایا ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۴۱۳، ص ۴۱۶)

شودروں کا مقام

(۱) برہمن، کشتری اور ویش دوبارہ پیدا ہوئے ہیں اور شودر کا پہلا جنم ہے، اور ان چار کے علاوہ کوئی پانچواں طبقہ نہیں ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۱۰، شلوک ۴، ص ۳۷۶)

دو جنم کا نظریہ پیش کر کے آریائی اقوام نے خود کو شودروں سے افضل قرار دیدیا۔ تناسخ اور آواگون کا ایک غلط عقیدہ شودروں کو انسانیت کے دائرہ سے باہر کر دیا۔ اس کے باوجود شودر ہندو دھرم سے چپکے ہوئے ہیں۔ بہت سے تعلیم یافتہ شودروں نے یہی سب کچھ دیکھ کر ہندو مذہب ترک کر دیا، بلکہ ماضی قریب میں شودر قوم کے مشہور رہنما اور ہندوستان کے وزیر قانون ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے بھی ہندو دھرم کو چھوڑ کر بدھ مذہب کو اختیار کر لیا تھا۔

(۲) برہمن کے نام میں لفظ منگل یعنی خوشی اور کشتری کے نام میں لفظ بل یعنی طاقت اور ویشیہ کے نام میں لفظ دھن یعنی دولت اور شودر کے نام میں لفظ نندا یعنی حقارت شامل کرنا چاہئے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۲، شلوک ۳۱، ص ۲۹)

ہندو دھرم میں شودروں کو اس قدر حقیر سمجھا جاتا ہے کہ ان کے نام میں بھی تحقیر و تذلیل شامل کرنے کی نصیحت کی جارہی ہے۔ ہندو مذہب شودروں کو حیوانوں سے بھی بدتر درجہ دیتا ہے۔ آج بھی قوم ہنود ''گائے'' کو جو درجہ دیتی ہے، مسلمانوں کو اس سے بھی کمتر سمجھتی ہے، اسی لیے ایک گائے کے بدلے نہ جانے کتنے مسلمانوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ عہد ماضی میں جیسا سلوک شودروں کے ساتھ کیا جاتا تھا، اب وہی سلوک مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

(۳) چھوٹی ذات کا آدمی اونچی ذات کے آدمی کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کی کمر میں نشان کر کے ملک سے نکال دیا جائے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۸، شلوک ۲۸۲، ص ۲۹۴)

شودر، آریوں کی نشست گاہ پر بھی بیٹھ جائے تو اس کی کمر میں نشان کر کے اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ اگر یہ ملک ہندو راشٹر بن گیا تو

برہمن اور آریائی اقوام ملک کوایک تماشہ گاہ بنادیں گی۔ جب ملک ہندوراشٹر بن جائے گا تو شودروں کا حال کیا ہوگا؟ پھر برہمنی عقیدہ میں مسلمان تو شودروں سے بھی گھٹیا اور ملیچھ ہیں، ان کی حالت کیسی ہوگی؟

بلا نکاح قربت

(۱) اگر اولاد نہ ہوتی ہو تو عورت حصول اولاد کے لیے اپنے شوہر کی اجازت سے شوہر کے بھائی یا کسی اہل قرابت سے جماع کرسکتی ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۶۰)

طلاق و تعدد ازدواج

(۱) مرد کو جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، جب اسے عورت میں کوئی عیب یا مرض ظاہر ہو، یا یہ کہ وہ غیر باکرہ ہے، یا وہ دھوکے سے اس سے بیاہی گئی ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۷۳)

(۲) جب کوئی آدمی اپنی عیب دار بیٹی کسی کو دھوکے سے بیاہ دے، اور اس کے عیوب کو نہ بتائے اور وہ اس پر راضی ہو گیا، پھر اسے اس کا عیب ظاہر ہو گیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۷۴)

(۳) شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ جب چاہے، بیوی رہتے ہوئے کسی دوسری عورت سے شادی کرلے، جب کہ بیوی نشہ باز، بداخلاق، بہت جھگڑالو، بیمار، بدخلق یا بیجا خرچ کرنے والی ہو۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۸۱)

(۴) اگر بیوی بانجھ ہو تو شوہر کو آٹھ سال بعد شادی کی اجازت ہے۔ جس بیوی کے بچے زندہ نہیں رہتے ہوں تو دس سال بعد، اور اگر صرف بیٹیاں پیدا ہوتی ہوں تو گیارہ سال بعد شادی کی اجازت ہے، اور اگر بیوی بہت جھگڑالو ہے تو اسے بلا مہلت کے شادی کی اجازت ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۸۲)

(۵) اگر بیوی نیک سیرت، عمدہ اخلاق اور شوہر کے ساتھ بھلائی کرنے والی ہو تو اس کی اجازت سے شادی کرسکتا ہے، کیوں کہ ایسی عورتوں کو تکلیف نہ دینا اور برا سلوک نہ کرنا ضروری ہے۔ (منوسمرتی، ادھیائے ۹، شلوک ۸۳)

طلاق اور تعدد ازدواج پر شور مچانے والے ہندو صحافی اور خود ساختہ مفکرین مندرجہ بالا ہندو قوانین پر غور وفکر کریں۔

ہندوراشٹر کا خاکہ

آر ایس ایس کا خیال ہے کہ مسلسل کوششوں کے بعد ایک نہ ایک دن ہندوستان ایک ہندوراشٹر بن جائے گا۔ خواب دیکھنے پر پابندی بھی نہیں۔ مشہور سیاسی لیڈر سبرامنین سوامی (Subramanian Swamy) نے سال ۲۰۰۰ء میں اپنے مضمون ''دی آر ایس ایس گیم پلان'' (The RSS Game Plan) میں اس کی تفصیلات رقم کی ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ اس سے ظاہر ہو جائے گا کہ کیا ہے ہندوراشٹر کا مجوزہ پلان؟؟؟

آر ایس ایس کے اسٹوڈنٹس برانچ اکھل بھاتیہ ودیارتھی پریشد (Akhil Bharatiya Vidyarthi Parishad) کی کانفرنس منعقدہ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں جو ہندوستان کے مستقبل کا پلان پیش کیا گیا، وہ اس طرح ہے کہ ہندوراشٹر میں مرکزی حکومت کی تین

سبھا ہوگی، اور ایک صدر ہوگا۔صدر(President) کولوک سبھا کے ذریعہ منظور شدہ ایک انتخابی کالج (Electoral College)منتخب کرے گا۔یہ انتخابی کالج پرائمری وسیکنڈری اسکول کے ٹیچرس پر مشتمل ہوگا ۔اس انتخاب کی ذمہ داری ایچ آر ڈی منسٹری(HRD Ministry)پر ہوگی۔الیکشن کمیشن کا اس میں کچھ کردار نہ ہوگا۔سبھائیں درج ذیل ہیں۔

(1)ایک گروسبھا(Guru Sabha)ہوگی۔گروسبھا میں پنڈت اور سنیاسی لوگ(Sadhus and Sanyasis)ہوں گے،جنہیں صدر(President)نامزد کرے گا۔تمام قوانین کی بل اور رقم کی بل(Money Bills) پہلے گروسبھا میں پیش کی جائیں گی۔گروسبھا سے پاس ہوجانے کے بعد لوک سبھا میں بھیجی جائیں گی۔گروسبھا ہی جوڈیشیل کمیشن(Judicial Commission)ہوگی۔یہی گروسبھا سپریم کورٹ کے ججوں(Judges) کو نامزد کرے گی،اور بوقت ضرورت ان سے مواخذہ کرے گی،یعنی سپریم کورٹ بھی گروسبھا کے زیراقتدار ہوگا۔

(2)گروسبھا اورلوک سبھا کے درمیان ایک رکھشا سبھا (Raksha Sabha)ہوگی۔اس میں برسر ملازمت فوج کے اعلیٰ عہدیداران اور دیگر ریٹائرڈ فوجی افسران ہوں گے،جو ملک میں ایمرجنسی(Emergency)کے نفاذ کا فیصلہ کریں گے۔

(3)ایک لوک سبھا ہوگی۔اس طرح کل تین سبھا ہوگی۔

(Frontline volume 17-Issue 02, Jan.22 -Feb.04, 2000)

اسی مضمون میں سبرامنین سوامی نے یہ بھی لکھا کہ آر ایس ایس کا یہ بھی گیم پلان ہے کہ لوک سبھا الیکشن میں ووٹنگ الیکٹرانک مشینوں(EVMs) کا استعمال ہوگا۔مقصد یہ ہے کہ جس طرح یہ مشین ہر امیدوار کے ووٹ کو محفوظ رکھتی ہے،اسی طرح یہ مشین ایک امیدوار کے ووٹ کو دوسرے امیدوار کی طرف ٹرانسفر کرسکتی ہے۔سوامی نے یہ بھی لکھا کہ مجھے شک ہے کہ سال ۱۹۹۹ء کے لوک سبھا الیکشن میں کچھ دھاندلی ہوئی ہو۔اس کی عبارت درج ذیل ہے۔

The RSS game plan also has proposals to bridle the electoral system. Adult suffrage is out, but furthermore, the electoral college for the Lok Sabha will not vote for candidates, but for parties under a List System. Electronic Voting Machines (EVMs) will be used in all the constituencies. Perhaps it is then easier to rig the outcome. After all, in the 1999 general elections, the BJP and its allies won 34 out of the 45 Lok Sabha constituencies which had EVMs. On that ratio, the NDA should have won 405 seats of the 544 Lok Sabha constituencies and not 292. EVMs have to be programmed by an engineer to tabulate the votes in its memory. It can easily be programmed to transfer votes of one candidate to another, or one party to another. The EVMs are entirely unsafeguarded today. I suspect it was rigged in the 1999 general elections.

(Frontline volume 17-Issue 02, Jan.22 -Feb.04, 2000)

☆☆☆

موجودہ ملکی حالات کے تناظر میں اہل قلم کے تجزیات وتجاویز

اہل فکر و قلم

اندھیروں میں امید کی کرن ہیں اویسی

تحریر: مولانا محمد زاہد المرکزی کالپی شریف

آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین یا کل ہند مجلس اتحاد المسلمین (All India Majlis-e-Ittehad-ul Muslimeen or AIMIM) ایک مسلم سیاسی تنظیم ہے جس کی بنیاد 1927ء میں نواب محمود نواز خان نے رکھی پارٹی کا تعلق شہر حیدرآباد سے ہے۔ ایم۔ آئی۔ ایم۔ پارٹی کے نام سے مشہور ہے۔ حیدرآباد پارلیمانی حلقہ کی سیٹ سنہ 1984 سے لے کر آج تک اسی کے حق میں آ رہی ہے۔ سابقہ ریاست آندھرا پردیش کی اسمبلی میں بھی اس کی نمائندگی رہی ہے۔ 2009 کے آندھرا پردیش اسمبلی انتخابات میں بھی اس کے 7 نشستیں رہی ہیں اور 2014 کے تلنگانا ریاستی اسمبلی انتخابات میں بھی اس کی 7 نشستیں ہیں۔ یہ ایک رجسٹرڈ پارٹی ہے لیکن اس کو الیکشن کمیشن نے ریکا گنائز نہیں کیا ہے اس لیے کہ یہ پارٹی عوام میں اتنی مقبول نہیں ہے اور اہلیت نہیں رکھتی۔ یعنی کہ الیکشن کمیشن کے ہدایات کے مطابق اس کو اتنے ووٹ شیئر 6% نہیں ملے یا کم سے کم 9 نشستیں جیتنی چاہیے۔ جون 2014 میں الیکشن کمیشن آف انڈیا نے اس پارٹی کو تلنگانا ریاست کی صوبائی پارٹی کا ریکا گنیشن دیا۔ اکتوبر 2014 میں مہاراشٹرا اسمبلی عام انتخابات میں 2 نشستیں جیت کر مہاراشٹرا اسمبلی میں قدم رکھا۔ پارٹی کے صدر اسدالدین اویسی کی پارلیمان میں خوش انگیز کارکردگیوں کی بنا پر انہیں پارلیمانی اعزاز ''سنسدرتن'' (جوہر پارلیمان) سے بھی نوازا جا چکا ہے۔

یہ پارٹی اپنے قیام سے ہی مسلم معاملات کی نمائندگی کرتی چلی آ رہی ہے مگر مسلمان اس سے یہ کہ کر دور رہے کہ ہمیں ایسے جارح لیڈر کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی یہ پارٹی انھیں خطرات سے آگاہ کرتی رہی اور ہم اسے کبھی بی جے پی کے ایجنٹ کا خطاب دیتے رہے تو کبھی کانگریس کی کاپی

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

اسے ہماری حرماں نصیبی ہی سمجھا جائے کہ ایسا شاندار لیڈر ہوتے ہوئے ہم دوسروں کے ٹکڑوں پر خوش ہیں . جبکہ وہ اپنے منشور میں ہمارا ذکر نہیں کرتے، اپنے اسٹیج پر چڑھنے نہیں دیتے کہ کہیں ہندو ووٹ نہ علاحدگی اختیار کر لے، جس پارٹی میں اتنی ہمت نہیں وہ آپ کو کیا حق دلائے گی؟؟ مگر ہم پھر بھی انھیں کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائے ہوئے ہیں!

پارٹی نے خود کو حیدرآباد تک ہی محدود رکھا تھا جہاں اسے ایک دو نشستوں پر ہی کامیابی ملتی رہی ہے . لیکن 2010 کے بعد سے اسد الدین اویسی نے ریاستی جمود کو توڑنے کا فیصلہ کیا اور کء صوبوں میں پارٹی کے دفاتر کھولے، چار سال کی محنت شاقہ کے بعد مہاراشٹرا اسمبلی الیکشن میں پارٹی نے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور دو امیدوار اس پارٹی سے منتخب ہو کر اسمبلی پہنچے، آزادی کے بعد سے ہی مہاراشٹرا میں مسلم نمائندگی یا تو کانگریس کرتی رہی یا نیشنل کانگریس پارٹی (NCP) سماجوادی پارٹی کے اکلوتے M. L. A. "ابوعاصم اعظمی" ہی مسلموں کے رہنما تھے مگر اب تین مسلم ایم ایل اے نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں اور کافی بدلاؤ بھی محسوس کیا جا سکتا ہے.

اکثر اس پارٹی کے جارحانہ تیوروں کولیکر مسلم کیءخانوں میں منقسم نظر آتے ہیں لیکن حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک آپ اپنی قوم کو بیدار کرنے کے لیے جذباتی نہیں ہونگے اس وقت تک نوجوان نسل آپ کو پسند نہ کرے گی اور کسی بھی قوم کا سرمایہ اس کے نوجوان ہی ہوتے ہیں .اقبال کہتے ہیں:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں جومقبولیت اسدالدین اویسی کو مسلموں کے درمیان حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور لیڈر کے حصے میں متصور نہیں .پارلیمنٹ کے اندر ہو یا باہر، ٹیوی مباحثے ہوں یا انٹرویو ہرجگہ اویسی مسلم معاملات میں اپنی بات پوری قوت کے ساتھ رکھتے نظر آتے ہیں، حلالہ، طلاق ثلاثہ، تعدد ازدواج، یکساں سول کوڈ جیسے معاملات میں اگر پارلیمنٹ میں کوئی سینہ سپر رہا ہے تو وہ یہی "اویسی" ہی ہے ورنہ 22 مسلم سانسد (M. P) تو اپنی اپنی پارٹیوں کے پلّو میں منہ چھپاتے دیکھے گئے ہیں . مسلم دانشوران اکثر کہتے ہیں کہ اویسی کی تقاریر سے ہندو ایک جٹ ہوجائیں گے اس لیے انھیں سپورٹ نہیں کیا جاسکتا لیکن ہندو تو ایک ہو ہی گئے آپ نے کیا کرلیا؟ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ تو ہمیشہ سے ایک جٹ تھے ورنہ کیا وجہ ہے کہ غیر مسلم اکثریتی حلقے سے کوئی مسلم اسمبلی نہیں پہنچتا جبکہ مسلم اکثریتی علاقوں سے غیر مسلم برابر اسمبلی پہنچ جاتے ہیں؟ اور اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بتائیں کہ جب ہندو ایک جٹ نہیں تھے تب آپ کو کون سا فائدہ ملا؟ کیا سچر کمیٹی کی سفارشات لاگو ہوئیں؟ رنگناتھ مشرا کمیشن پر عمل درآمد ہوا؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو آخر کون مانع تھا؟ سینٹرل اور اکثر صوبوں میں آپ یا آپ کے اتحادی تھے پھر بھی نتیجہ صفر کیوں؟ سیکولر پارٹیوں کی ہی دین ہے کہ آپ حکومتی ملازمتوں میں 1.50 فیصد رہ گئے جبکہ آزادی کے وقت آپ 30 فیصدی تھے۔

اپنی قیادت کے فائدے:

سیاست کے تین اصول ہوتے ہیں (1) خودغرض ہونا (2) حق پہچاننا (3) وقت پر صحیح فیصلہ لینا .(1) جو قوم بھی سیاست میں خودغرض ہوگئی وہ ترقی کرگئی پنڈت، ٹھاکر، دلت، یادو، جاٹو، گوجر، پٹیل وغیرہ اپنی اپنی پارٹیاں بنا کر یا اپنی حصے داری کو یقینی بنا کر کامیاب ہوگئے آخر کیسے؟ تو جواب ہے اپنی قیادت کو مضبوط کر کے، سیاست میں جب بھی کوئی قوم اپنے لیڈر کی ہوگئی دیگر پارٹیوں نے اس قوم کے لئے مجبوراً دروازے کھول دیے کیونکہ بغیر انکے خود ان پارٹیوں کی سیاست صفر ہوکر رہ جاتی ہے .ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے اتر پردیش کو ہی دیکھ لیں ایک زمانے تک کانگریس حکومت کرتی رہی بعدہ یادو، دلتوں نے اپنی الگ الگ پارٹیاں بنائیں اور اپنی قوم کو خوب فائدہ پہنچایا، انکی قوم نے بھی انکا ساتھ دیا ایک وقت ایسا تھا کہ ان دونوں قوموں کے لیے کہا جاتا تھا کہ "ان کا ووٹ کوئی کُلہاڑی سے بھی نہیں کاٹ سکتا" (2) حق پہچاننا یہ ہے کہ اگر آپ کسی پارٹی کو ووٹ کررہے ہیں اور سالوں سے آپ کی قوم کی حالت تشویشناک بنی ہوئی ہے تو آپ فوراً اس پارٹی کو خیر باد کہ دیں ورنہ وہ آپ کو استعمال کرتے رہیں گے خود کا فائدہ نہ اٹھائیں قومی فائدے کی بات کریں جس میں خود کا فائدہ بھی مضمر .(3) وقت پر صحیح فیصلہ لینا یہ ہے کہ جہاں مسلم پارٹی ہو امیدوار کسی بھی قوم، مذہب کا ہو اسے ہی ووٹ کریں خواہ اس کے مقابل مسلم امیدوار ہی کیوں نہ پنجہ آزمائی کررہا ہو کیونکہ اس سے آپ کی پارٹی کا ووٹ فیصد بڑھے گا جس سے مسلم قیادت کی دھاک اغیار پر بیٹھے گی جو کسی بھی قسم کے اتحاد میں پارٹی کو معاون ثابت ہوگا .ہماری ترجیحات میں یہ شامل ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے مسلم پارٹی اگر ہمارے علاقے میں مسلم پارٹی نہیں ہے تو سیکولر پارٹی کا مسلم امیدوار پہلی پسند ہو اگر یہ بھی نہ ہو تو سیکولر غیر مسلم نچلی قوم سے جو امیدوار ہو اسے ووٹ کریں اور

ایسی صورت میں کسی بھی پارٹی کے لیے کھل کر سپورٹ کرنے سے احتراز کریں کیونکہ آپ کے امیدوار کے ہارنے کی صورت میں آپ کو اور قوم کو کافی نقصان اٹھانا پڑسکتا ہے ۔

مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی قیادت کو خارج کیا ہے نتیجہ خود ملک سے خارج ہونے کی نوبت آگئی ۔ جتنے غیر مسلم لیڈر ہم نے بنائے ہیں اگر اس کے آدھے بھی ہم نے اپنی قیادت کے بنائے ہوتے تو آج ہر موڑ پر ایسے بے وقعت نظر نہ آتے/مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے ۔

مسلمان خیالوں کی دنیا سے باہر نکلیں:

مسلمانوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم جسے چاہیں اسے حکومت میں لے آئیں اور جسے چاہیں منصب حکومت سے اتار دیں حالانکہ 2014، 2017، 2019 کے ہونے والے الیکشن نے یہ واضح کر دیا ہے کہ آپ کسی کو بھی حکومت میں نہ تو لا سکتے ہیں اور نہ ہی باہر کر سکتے ہیں حال ہی میں ہونے والے لوک سبھا الیکشن میں تو سیکولر پارٹیوں کی عزت مسلم اکثریتی علاقوں نے بچالی ورنہ پارلیمنٹ سے باہر ہی انکی جگہ ہوتی، اب جبکہ خود سیکولر پارٹیوں کو انکے ووٹ بینک نے ہی دھتکار دیا ہے تو ضروری ہے کہ مسلم اپنی قیادت کی طرف رخ کریں یہی بہتر اور نتیجہ خیز ثابت ہوگا ۔ اس وقت اگر کوئی پارٹی ہے جسے مسلم سپورٹ کر سکتے ہیں تو وہ "مجلس اتحاد المسلمین" ہے جو کئی صوبوں میں کام کر رہی ہے اور کامیاب بھی ہے کسی نئی پارٹی کو سپورٹ کرنا یا سیکولر پارٹیوں کے پیچھے بھاگنا "پانی پر لکیر کھینچنے کے مثل ہے" اسی سال مہاراشٹرا میں ہونے والے "ودھان سبھا" اور آئندہ سال بہار میں ہونے والے الیکشن میں مسلمانوں کو مجلسِ اتحاد المسلمین کو ووٹ اور سپورٹ کرنا چاہیے جہاں خاموش ووٹ کی ضرورت ہو وہاں خاموش اور جہاں کھل کر حمایت کی ضرورت ہو وہاں کھل کر سپورٹ کیا جائے کیونکہ

پرندے بھی نہیں رہتے پرائے آشیانوں میں
یہاں تو عمر گزری ہے کرائے کے مکانوں میں

مسلمانوں کی ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ اغیار پر خواہ سیکڑوں کیس درج ہوں انھیں قبول بھی کرتے ہیں اور ہر طرح سے سپورٹ بھی ۔ مگر جب بات مسلم قیادت کی ہو تو وہ فرشتہ صفت انسان تلاش کرتے ہیں اور حکومت خلفائے راشدین جیسی چاہتے ہیں جو عنقا ہے ۔ کسی مسلم لیڈر پر جھوٹا کیس یا افواہ ہی اڑادی جائے تو حق جانے بغیر ہی اس لیڈر کی سیاست ختم کر دیتے ہیں حالانکہ اغیار سالوں جیل میں رہ کر آتے ہیں اور انکے چاہنے والے انھیں دوبارہ مزید طاقتور بنا کر آگے پہنچاتے ہیں مسلمانوں کو ایسے معاملات میں بھی دور اندیشی سے کام لینا چاہیے ۔

Zahidalibarkati@gmail.com

☆☆☆

ماب لنچنگ اور ہمارا ردعمل

شاداب امجدی گھوسوی خادم التدریس جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ

ہندوستان کے بدلتے ہوئے ناگفتہ بہ حالات نے اقلیتی طبقوں بالخصوص مسلمانوں کو بیک فٹ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے ـ نجیب، پہلو خان، افرازل، اخلاق اور آصفہ سے ہوتے ہوئے تبریز تک ہر ایک مظلوم کے لہو کا رنگ ہندوستانی فضا میں صاف نظر آ رہا ہے ـ ماب لنچنگ کی بڑھتی واردات پر مسلم امہ کو تھوڑا نہیں مکمل غور کرنے کی ضرورت ہے اور حالات کے پیشِ نظر مناسب لائحۂ عمل اختیار کرنا وقت کا جبری تقاضا ہے،

وہ وقت آ چکا کہ ہم خواب غفلت سے اٹھ کر حالات کی الجھی ہوئی زلفوں کو سنواریں ورنہ پورے ملک کو کشمیر، برما، فلسطین اور شام بنتے وقت نہیں لگے گا _ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" اِنَّ اللّٰهَ لایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِانفُسِهِمْ"(الرعد، آیت 11)

ڈاکٹر اقبال نے اس کی ترجمانی کی:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تفصیل میں نہ جاتے ہوئے آئے دن ہونے والے ہجومی تشدد اور اس پر ہماری بزدلانہ خاموشی کی وجوہات اور ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں

(1) ان حالات میں مسلم قائدین کا اپنی پارٹی کی خوشنودی کے لیے گوش؟ تنہائی اختیار کر لیتے ہیں حالاں کہ اگر تمام مسلم قائدین مضبوطی کے ساتھ اپنے بیان کو حکومت کے سامنے رکھیں تو شاید کچھ فائدہ حاصل ہو_ اگر ان قائدین کی جانب سے کوئی بیان نہیں آتا تو عوام پر ضروری ہے کہ اپنے علاقے کے مسلم سیاسی قائدین سے ملاقات کر کے ان پر پریشر (pressure) بنائیں تا کہ وہ عوامی حمایت کے ساتھ اپنا بیان حکومت کے سامنے رکھیں_

(2) ہمارے مذہبی قائدین جنہوں نے اپنے فرض منصبی کے دائرے کو دینی جلسوں کے اسٹیج تک محدود کر دیا ہے _

گلا پھاڑ کر بیعت رضوان کے تاریخی عہد و پیمان کو بیان کریں گے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پر صحابہ کے جذبہ ایثار کو بیان کریں گے مگر اسی تاریخی اور سبق آموز بیعت سے سبق لیتے ہوئے کبھی "تبریزوں" کی شہادت پر میدان عمل میں نہیں آئیں گے_ حالاں کہ پڑوسی ملک پاکستان کے حالات پر ہی ایک نظر ڈال لیں تو شاید کچھ تحریک ملے کہ جہاں پیروں سے معذور ایک شخص وہیل چیئر پہ بیٹھ کر حکومت وقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتا ہے

اس لیے میرا ماننا ہے کہ اس وقت بغیر باطل فرقوں سے اتحاد کے اگر صرف اکابرین و مشائخ اہل سنت ہی اپنی عوام کی قیادت کرتے ہوئے میدان احتجاج میں اتر جائیں تو لاکھوں لاکھ کی بھیڑ اکٹھا ہو سکتی ہے اور اس طرح حکومت کو اس جانب ٹھوس قدم اٹھانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے .... مگر کاش ایسا ہوتا!!!!!

(3) دینی جلسوں اور جمعہ کے خطبا حضرات کا یہ سوچنا کہ خالص مذہبی تقریریں ہی دینی جلسوں اور جمعہ کے خطبوں کا عنوان ہو سکتی ہیں تو یہ بالکل غلط اور اپنے فرائض منصبی سے پہلو تہی کرنا ہے جو کسی بھی صورت میں درست نہیں_ خون مسلم اتنا ارزاں نہیں کہ بہتا دیکھ کر انّی نذرتُ للرحمٰن صوما پڑھ کر آگے بڑھ جایا جائے_ نہیں! بلکہ یہ خاموشی ہماری زریں تاریخ کا کبھی بھی حصہ نہیں رہی ہے، شریعت کا حکم قصاص اس پر شاہد ہے_ اس لیے مقررین پر بھی مقتضائے حال کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنی شعلہ بار تقریروں کے ذریعہ نئی نسلوں کے اندر شجاعت و بہادری کی روح پھونکیں اور معاشرے کو باہمت اور باحوصلہ بنانے کی کوشش کریں_

(4) والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت کتا، بلّی اور بندر سے ڈرا کر اور ان کے فرضی قصے سنا کر نہ کریں کہ یہیں سے ان کے دل میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے_ بلکہ صحابہ و تابعین اور اسلاف کے بچپن کے بہادری کے واقعات سنائیں اور ان کے دل کو مضبوط کریں_

کسی دانشور نے ان حالات کے پیش نظر والدین کو یہ بھی اچھا مشورہ دیا کہ اپنے بچوں کو self defense کے لیے کراٹے (فن حرب وضرب) بھی سکھائیں تاکہ بوقت ضرورت وہ اپنا دفاع کر سکیں کیوں کہ متشدد ہجوم بندوق لے کر نہیں آتا بلکہ دھکا سے شروع کر کے لاٹھی اور ڈنڈے کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتار کر کھیل ختم کر دیتا ہے لیکن اگر فن حرب وضرب جانتا ہوگا تو خود کی حفاظت بہت حد تک ممکن ہے کہ کر لے۔

(5) ہماری قوم کا حال یہ ہے کہ الیکشن سے دو مہینہ پہلے جب الیکشن کی تیاریاں شروع ہو چکی ہوتی ہیں تب ہم بیدار ہوتے ہیں اور آناً فاناً الیکشن قریب آ کر گزر بھی جاتا ہے اور جب نتیجے کا قرعۂ فال ظالم و جابر حکمرانوں کے نام نکلتا ہے تو بدحواسی کے عالم میں اپنا محاسبہ تو کر لیتے ہیں مگر اس کو عملی جامہ پہنانے ہی پھر ہم خواب کے مزے لینے لگتے ہیں اور پھر جب کوئی " تبریز " ہجومی تشدد کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تو پھر چند دنوں کے لیے نیند ٹوٹتی ہے اور پھر سو جاتے ہیں۔

لیکن اب ایسا نہیں چلے گا، اب وقت آ چکا کہ ہم اپنی لاپرواہیوں سے سبق حاصل کریں اور سیاست میں مضبوط حصہ داری قائم کریں کیونکہ جب تک آپ سیاست میں نہیں آتے آپ کی آواز صدا بہ صحرا ہی ثابت ہوتی رہے گی۔

(6) اگر مذکورہ بالا تجاویز پر بھی ہم عمل پیرا نہیں ہو سکتے تو پھر سوشل میڈیا پر قائدین کو کوسنے کا بھی ہمیں کوئی حق نہیں کیوں کہ ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ وہ اپنی قیادت کا حق ادا نہیں کرتے اور ہم بحیثیت قوم اپنا فرض قومی ادا نہیں کرتے۔ کم از کم اتنا تو کریں کہ دو چند لوگ مل کر چالیس، پچاس افراد پر مشتمل ایک وفد لے کر اپنے علاقے کے ضلع ادھیکاری یا اس کے نائب سے ملاقات کر کے میمورنڈم دیں۔

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
(احمد فراز)

☆☆☆

ماب لنچنگ کے بہانے: مخالفین پر نشانے

غلام مصطفےٰ نعیمی مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

gmnaimi@gmail.com

جھارکھنڈ میں تبریز انصاری کے بے رحمانہ قتل پر ہر حساس دل پریشان ہے، لیکن حد درجہ افسوس کی بات ہے کہ اس غمناک موقع کو بھی بعض تنگ نظروں نے اپنے مخالفین کو نشانہ بنانے کے لئے استعمال کیا،

کوئی کسی خانقاہ کو عرس کی مصروفیت کا طعنہ دیتے ہوئے تبریز سے ہمدردی جتا رہا ہے تو کہیں ہر ضروری وغیر ضروری معاملات پر احتجاج و مذمتی بیان دینے والے شیوخ و پیران کی خاموشی پر تنقید کی جا رہی ہے، گویا ہر دو طرف سے ایک دوسرے کے ممدوحین کو نشانہ بنا کر ہر فریق اپنے مخالف کو قومی مسائل سے نگاہ چرانے والا اور بے حس ثابت کرنے کی کوشش میں لگا ہے!!!

فریقین کی باتوں کو درست مانا جائے تو جانبین کے مشائخ وقائدین الزامات کی زد میں ہیں.

ہم کسی کو نامزد کر کے سوال قائم کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے لیکن ہاں اس وقت مدارس وخانقاہوں میں ایک پر اسرار خاموشی چھائی ہوئی ہے . جس کی وجہ سے عوام کے اندر سخت بے چینی وبے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے . ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے جب پلوامہ اٹیک کے

موقع پر ہمارے معزز علما و مشائخ نے غیر معمولی دل چسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اپنی خانقاہوں اور مدارس میں احتجاجی مظاہروں، ریلیوں کا اہتمام کیا اور اخبارات میں مذمتی بیان جاری کر کے حکومت وفوج سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا، لیکن آج انہیں مدارس وخانقاہوں میں مکمل سناٹا طاری ہے:

اللہ رے سناٹا، آواز نہیں آتی!!

یقیناً مدارس وخانقاہ کی اپنی ذمہ داریاں ہوا کرتی ہیں مگر یہ مدارس وخانقاہ بالآخر مسلمانوں کے لئے ہی قائم کئے جاتے ہیں جب مسلم کی جان ہی کے لالے پڑے ہوں ایسے میں یہ خاموشی بہت زیادہ گراں گزرتی ہے . جب قوم سخت ابتلا وآزمائش کے دور سے گزر رہی ہو اس وقت ایسی خاموشی قیادت وسیادت پر سوالیہ نشان کھڑے کرتی ہے.

مؤرخہ 29 جون 2019 بروز ہفتہ

☆☆☆

"رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مکی زندگی اسلامیان ہند کے لیے نمونہ عمل"

کمال احمد علیمی نظامی علیمیہ جمدا شاہی بستی

عصر حاضر میں عالمی سطح پر امت مسلمہ جن مشکل حالات سے دوچار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، بالخصوص ہندوستان میں جس طرح مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے وہ حد درجہ تکلیف دہ اور افسوس ناک ہے، اکثریتی طبقہ کی طرف سے اہل اسلام کو خوف وہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ان کی جان، مال، عزت اور آبرو پر حملے کیے جا رہے ہیں، زبردستی ان سے وہ باتیں کہلوائی جا رہی ہیں جو اسلامی شریعت اور ہندوستانی جمہوریت دونوں کے خلاف ہیں، ان کو گھیر کر زدوکوب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، حتی کہ ان کی جان بھی لے لی جاتی ہے، آئے دن اس طرح کے حادثات میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، اللہ کی زمین اللہ کے بندوں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے، ہر جگہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے، داڑھی ٹوپی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور اسلام کے ابتدائی دور میں صحابہ کرام کے طرز عمل کو نمونہ بنانا چاہیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار صحابہ نے اقلیت میں رہتے ہوئے جس طرح کی دینی و دنیاوی کامیابی حاصل کی اسی طرح کی کامرانی کے حصول کے لیے ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے:

1۔ مستقبل کی پلاننگ میں حد درجہ رازداری
2۔ حکمت وموعظت کے ساتھ تبلیغ دین متین
3۔ غیروں کی زیادتی کے باوجود ان کے ساتھ شرعی حسن سلوک
4۔ اخلاص وایثار کے جذبہ صادق کے ساتھ دین کی بے لوث خدمت
5۔ صبر وتحمل اور ضبط کے ساتھ دین برحق کے لیے تن من دھن کی قربانی
6۔ حصول مراد تک جہد مسلسل
7۔ ظالموں سے الجھنے کے بجائے اعراض واجتناب
8۔ جب تک استطاعت نہ ہو مقابلہ آرائی سے احتراز
9۔ تجارت وتعلیم کی طرف بھرپور توجہ وانہماک

10۔اتحاد واتفاق کے ساتھ ملی،قومی اور رفاہی امور میں بھرپور شرکت

11۔مضبوط قیادت کی تشکیل

12۔حکم الٰہی کی بجا آوری،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاں سپاری اوراسلاف کی سچی تابع داری

13۔تعاون باہمی،ایک دوسرے کی خیر خواہی،اورآپسی تال میل کے ساتھ منزل کی طرف پیش قدمی

14۔اپنے گفتاروکردار سے غیروں کے سامنے اسلام کی سچی تصویر کشی

15۔اپنی طاعات وعبادات کے ذریعہ مساجد کی آبادکاری،مقابرومدارس کی حفاظت وصیانت

16۔مالی مضبوطی،سیاسی استحکام،اورضروری طاقت وقوت کی حصولیابی

میں سمجھتا ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی مکی زندگی سے کشید کردہ ان نکات پرعمل کر کےایک بار پھر سے اہل اسلام اپنی عظمت رفتہ حاصل کر سکتے ہیں،جس وقت صحابہ کرام اقلیت میں تھےاس وقت انہوں نے جس طرح سے زندگی گزاری آج ہمیں اسی طرح کی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے،اس احساس کے ساتھ:

فانوس بن کےجس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

☆☆☆

جمہوریت خطرے میں

محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی رام گڑھ

ملک کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں،آئے دن کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہوجاتا ہے،کبھی گاؤکشی کے نام پرتو کبھی چوری کا جھوٹا الزام لگا کر کسی بے گناہ کا قتل عام ہوجاتا ہے،اور قانون کو ہاتھ میں لینے والے اتنے جری ہوگئے ہیں کہ مارتے ہوئے موبائل سے ویڈیو بھی بناتے ہیں اور بڑے فخر سے اسے وائرل بھی کردیتے ہیں ۔یہ دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخرانھیں کس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینےکی اجازت دے رکھی ہے؟

وزیراعظم کا یہ نعرہ سب کا ساتھ سب کا وکاس یہ صرف کھوکھلا اور زبان خرچی تک ہی محدود رہنے والا نعرہ ہے،اگر کسی ظالم کو سخت سزا ملتی تو یہ فتنہ شروع ہی میں ختم ہوگیا ہوتا،مگر جب یہ حکومت ہی کے ایجنڈے میں شامل ہو تو پھر کس سے انصاف کی امید کی جاسکتی ہے ۔جبھی تو رام گڑھ جھارکھنڈ کے علیم الدین انصاری کے قاتلوں کی ضمانت پر رہا ہونے کے بعد ہزاری باغ سے بی جی پی کے نیتا اور وزیر جینت سنہا نے ان ظالموں اور قاتلوں کی حوصلہ افزائی کی،اور پھول مالا سے ان کا استقبال کیا،اور یہ باور کرنے کی کوشش کی کہ تمھیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے حکومت تمھارے ساتھ ہے،یہ حال ہے مودی جی کے نیتاؤں کا،اب جس ملک میں وزیر ہی گنڈوں کی پشت پناہی کر رہا ہو بھلا وہ جرائم کرائم کی آماجگاہ بننے سے کیسے رک سکتا ہے۔

پہلی مرتبہ ماب لنچنگ پہ جس دن مودی بول رہے تھے اسی دن رام گڑھ میں علیم الدین انصاری کیساتھ یہ حادثہ ہوا مگر بھگوا دہشت گردوں پر اس کا کوئی اثرنہیں ہوا،سال بھر میں مختلف جگھوں پر مسلمانوں کوظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا،ابھی حال ہی میں تبریز انصاری کو چوری کے الزام میں پیٹ پیٹ کر نیم مردہ کردیا،رہی سہی قصر پولیس نے وقت رہتے صحیح علاج نہ کرا کر پورا کردیا اور تبریز اس دنیا سے چلا گیا،ابھی احتجاج

کا دور چل ہی رہا ہے کہ کوڈر ما سے یہ خبر آ رہی ہیکہ یہاں بھی چوری کیا لزام میں ایک مسلم کو پیٹا گیا مگر وقت رہتے پولیس حرکت میں آ گئی اور اس شخص کی جان بچ گ ء.

ان سطور کے لکھتے وقت اب دل دہلا دینے والی اور بھی چار واردا تیں سامنے آئی ہیں.

ایک تو یہ کہ مدھیہ پردیش میں ایک بزگ کے ہاتھ پیر توڑ دیئے گئے.

دوسرے گجرات میں ایک نوجوان کو ننگا کر کے پیٹا گیا جس کی ویڈیو بھی وائرل ہو رہی ہے.

تیسرے کولکاتہ میں تین شخص کو ٹرین سے ڈھکیل دیا گیا، اس سے پہلے بھی ایک شخص کو کولکاتہ میں ٹرین سے پھینک دیا گیا تھا.

آخر یہ کرنا کیا چاہتے ہیں، مسلمان اگر میدان میں آ جائیں تو پھر ان کا جینا مشکل ہو جائیگا.

موجودہ حکومت ایک طرف تو مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہیکہ ہمیں مسلمانوں کا دل جیتنا ہے، مدرسوں کو جدید تعلیم سے لیس کرنا ہے، مدارس کے اساتذہ کی جدید طریقہ سے ٹریننگ کرانی ہے، ہم مسلمان بچوں کیا یک ہاتھ میں قرآن تو دوسرے ہاتھ میں کمپیوٹر دیکھنا چاہتے ہیں، بہت اچھی بات ہے مگر پھر یہ کیوں ہو رہا ہے کہ مدرسہ جا رہے اساتذہ اور طلبہ کو ٹرین سے اتروا کر انکوائری کرا رہی ہے، مدرسہ جا رہے اساتذہ اور طلبہ کو راستے میں پولیس پریشان کر رہی ہے.

ان سب کیبیچ بڑی خوشی کی بات ہے کہ

اب ہمارے قائدین میدان میں آرہے ہیں غیاث ملت سید غیاث الدین کالپی شریف نے بھی احتجاج درج کرایا ہے، ضرورت ہے کہ دوسری خانقاہیں بھی جلد میدان میں آئیں اور سب متحد ہو کر سارے اختلافات کو درگزر کر کے مسلمانوں کیحق میں آواز اٹھائیں، کاروائی کروائیں، فیس بک واٹس پر اپنے علما و مشائخ پر کیچڑ اچھالنے والے یہ کام بند کریں، جو کام کر رہا ہے اس کی حوصلہ افزائی کریں . مخالفت نہ کریں، کچھ احباب فیس بک پر نام و نمود کے لیے اختلافی پوسٹ پھیلانے میں بڑی دلچسپی دکھاتے ہیں اس میں سوائے نقصان کیا ور کچھ بھی نہیں ہے.

اللہ تعالیٰ عالم اسلام کے مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور آبرو کی حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی رام گڑھ

30/ جون 2019ء

☆☆☆

قوم کو لوٹا ہے خود قوم کے غداروں نے

محمد شاہد علی مصباحی

آج قوم مسلم کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے جگہ جگہ پولیٹیکل مرڈر ہو رہے ہیں جنہیں موب لنچنگ کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں کتنے مسلمان مذہبی تشدد میں قتل کر دئے گئے یہ کسی صاحب شعور پر مخفی نہیں ہے

یہ کوئی اچانک رونما ہونے والے واقعات نہیں ہیں بلکہ ایک عرص؟ دراز سے اس کی تیاریاں کی جا رہی ہیں , ماحول بنایا جا رہا ہے, حالات پیدا کیے جا رہے ہیں.

تا کہ لوگ یہ سوچیں کہ یہ ہجومی تشدد اچانک حادثاتی طور پر ہو گیا ہے جس سے ان دہشت گردوں کی پشت پناہی اور اور قانونی چارہ جوئی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں ,اور کسی کو سوال کرنے کی گنجائش نہ رہے.

آسانی سے یہ کہکر ٹالا جا سکے کہ وہ مذہبی جذبات کو مجروح کر رہا تھا اس لیئے عوام نے اسے مارا جس سے اسکی جان چلی گئی .

اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے قتل نہیں کیا جاتا اور اکثریت کے جذبات یا عوام کے جذبات کو مجروح نہ کرتا تو شاید یہ نہ ہوتا وغیرہ وغیرہ .

مگر اب رولنگ پارٹی کے لیڈروں کے بیانات یا اکثریتی طبقہ کے مذہبی پیشواؤں کی زبانی یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ کوئی اچانک واقع ہونے والے معاملات نہیں ہیں بلکہ یہ سوچی سمجھی اور برسوں کی تیار کردہ سازش کا نتیجہ ہے.

اس سازش کا سب سے پہلا حملہ تھا جہاد کا مفہوم بدلنا اور زرخرید وقوم فروش نام نہاد علماء نے مفہومِ جہاد کو بدلنے میں اپنی صلاحیتوں کے خوب جوہر دکھائے .اس کے علاوہ مسلم عوام کے ساتھ ساتھ کم عقل ماڈرن ازم کے شکار مولویوں پر بھی اس کا خوب بخار چڑھا.

پھر لفظ جہاد کو میڈیا کی مدد سے آتنکواد کے ساتھ جوڑا گیا تا کہ ماڈرن طبقہ اپنے آپ کو آتنکواد کے الزام سے بچانے کے لیے سرفروشی کے اس مفہوم کو خوب پروموٹ کرے جو پہلے سے ہمارے درمیان ہمارے میر جعفروں، میر صادقوں نے دشمنان اسلام کے کہنے پر رائج کرنے کی انتھک کوششیں کی تھیں .

نتیجتاً مسلمان لفظ سرفروشی سے ایسے ڈرنے لگے جیسے منہ سے لفظ سرفروشی نکالا اور گئے جیل.

جب دشمن اپنی اس چال میں کامیاب ہو گیا تو اس نے سمجھ لیا کہ اب قوم مسلم کو مارا جا سکتا ہے , کاٹا جا سکتا ہے ,اس قوم کی بچیوں کی عزت کو تار تار کیا جا سکتا ہے ,اس کے نوجوانوں کو معمولی سی چھڑی سے بھی مار مار کر قتل کیا جا سکتا ہے.

کیونکہ اب یہ وہ نہ رہے جن کو گرم ریت نہ ڈرا سکی ,قید و بند کی آزمائشوں سے نہ ڈرایا جا سکا ,جنہیں کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کا خوف نہ ڈرا سکا .

وہ بیخوف زندگی تو اس کو اسی جذب؟ سرفروشی سے ملی تھی جس کے متعلق سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:"جب تم بطور عینہ خرید و فروخت کرو گے ,اور بیلوں کے پیچھے چلو گے ,نیز جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں لگ جاؤ گے تو اللہ تعالی تم پر ذلت نازل کر دے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف لوٹ نا آؤ"(ابوداؤد)

اور جب قوم مسلم نے اسی جذب؟ سرفروشی کو ترک کر دیا جوان کی عزت اور آبرو کی حفاظت کا بھی ضامن تھا اور جان و مال کی حفاظت کا بھی تو انکی حیثیت صفر ہو کر رہ گئی .اس کس مپرسی کے عالم میں جذب؟ سرفروشی ہی ایک واحد سہارا ہے جو قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچا سکتا ہے.

اب کوئی اور تدبیر شاید کام نہ آئے لیکن جذب؟ سرفروشی ہی کافی ہے اس بے بس موت کو با مقصد بنانے کے لیے.

یا اللہ ہماری ہماری قوم کے نوجوانوں کے سینوں میں جواں مردی کے جوہر بھر دے اور ہمارے سینوں کو بزدلی کی لعنت سے پاک کر دے.

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

☆☆☆

اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں

تین طلاق سے متعلق شرعی قوانین حتمی ہیں-خلافِ شریعت فیصلے نا قابلِ تسلیم!

مولانا اشرف رضا قادری

چیف ایڈیٹر''امین شریعت''(سہ ماہی)

دین کا تحفظ بزرگوں کی پیروی میں ہے۔اُن کے نقش قدم پر چلنے میں جہاں ایمان کی حفاظت ہوگی وہیں اعمال کا دفتر بھی محفوظ رہے گا۔موجودہ دور میں بے حیائی، فحاشی، جھوٹ، غیبت، بے پردگی، بدنگاہی، دھوکہ دہی جیسے عیب فیشن بن چکے ہیں۔ان سے معاشرہ بری طرح تباہ و برباد ہوتا چلا جارہا ہے۔ ہر روز نئے نئے مسائل سر اُبھار رہے ہیں۔خاندان تباہ اور گھر سکون سے خالی ہوتے چلے جارہے ہیں۔اِن مسائل کی واحد وجہ اپنے بزرگوں کی پاکیزہ سیرت سے منھ موڑ جانا ہے۔

منزل سے دوری:

ہم دینِ حق کے حامل ہیں۔ہم اپنے اسلاف کے وارث ہیں۔ہم سچے دین کے ماننے والے ہیں۔اِس لیے ہم پر ذمہ داریاں بھی زیادہ عائد ہوتی ہیں۔جس کا احساس کرنا ہوگا۔دوسری طرف ہمارا ہی یہ حال ہے کہ نفع چھوڑ کر نقصان کی طرف جارہے ہیں۔نفع بزرگوں کے راستے پر چلنے میں ہے۔جن کا یہ حال تھا کہ ایک لمحہ بھی شریعت سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا۔اور ہم یورپ و مغرب کی فیشن زدہ تہذیب کی طرف جا رہے ہیں جس کے نتیجے میں خود مغربی معاشرہ تباہی و بربادی سے دوچار ہو چکا ہے۔ان کے یہاں سے سکون ختم ہو چکا ہے۔زوال پذیر تہذیبوں کی طرف ہم للچائی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔جس کا انجام بُرا ہے۔جس کے نتائج سنگین ہیں۔جن کے اثرات منفی ہیں۔جن کے یہاں خاندانی نظام تباہ ہو گیا ہے۔جن کے یہاں محبت واخوت کی جگہ شہوانیت و نفس پرستی ہے۔

اسلامی روحانی قدریں:

بزرگوں نے اسلام کے روحانی نظام کو کامیابی کے ساتھ اگلی نسلوں تک منتقل کیا ہے جس کی پاس داری ضروری ہے۔اِسی میں فوزِ انسانیت وفلاحِ دارین ہے۔حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اُس زمانے میں اسلامی روحانی قدروں کو زندگی دی جب مادیت نے ذہنوں کو مفلوج کر دیا تھا، اور دہریت کے فتنے بے دینی پھیلا رہے تھے۔مجدد الف ثانی نے ایسے دور میں اسلام کے نظامِ روحانیت کی حفاظت کی؛ جب اکبری الحاد نے مذہب بیزار معاشرہ تشکیل دے دیا تھا۔اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے اُس زمانے میں روحانی نظام کی حفاظت کی جب مشرکین سے اتحاد کی تحریک گستاخ فرقوں نے شروع کی اور دینی تشخص کو مٹانے کی کوششیں کیں۔امام اہلسنّت نے فرمایا تھا ؎

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

امام اہل سنّت نے کئی جہتوں سے دین کی بقاوسلامتی کے لیے کام کیا جن میں نمایاں پہلو یہ تھے:

(۱) تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ
(۲) معاشرتی برائیوں کا سدِ باب
(۳) بزرگوں کی روایات کا تحفظ

(۱) تحفظِ ناموسِ رسالت:

گزرے دنوں پاکستان میں ختم نبوت سے متعلق قانون میں تبدیلی کی فکر سامنے آئی جس کے سدِ باب میں علمائے اہلسنّت نے تحریک چلائی۔ جانیں دیں۔قربانیاں دیں۔ ناموسِ رسالت کے تحفظات کی خاطر دھرنا دیا۔ ماضی قریب میں شاتم سلمان تاثیر کوانجام سے دوچار کرنے والے غازی ممتاز قادری کی شہادت بھی تحفظِ ناموسِ رسالت کی مثالی کوشش ہے۔ان کے پسِ پشت امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت کا مشن کام کر رہا ہے۔ ہر جگہ عشقِ رسول کی فضا کی سازگاری میں امام اہلسنّت کا مشنِ محبتِ رسول غالب ہے؛ جس کی گھنیری چھاؤں میں عاشقوں کے قافلے قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ہر یزیدانِ عصر کے مقابل حسینی فکر کی تشکیل اعلیٰ حضرت کی فکروبصیرت کی روشنی میں ہوتی ہے جن کا مزاج ہی یہ تھا۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اُٹھائے کیوں

اور یہ بھی دل پذیر بات کہی ؎

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

اِس زمانے میں جب کہ چہار جانب سے ناموسِ رسالت میں بے ادبی کی اور کروائی جارہی ہے۔داخلی اور خارجی ہر سطح پر اِس ناپاک مہم کو طاقت پہنچائی جارہی ہے؛ ضروری ہے کہ امام اہلسنّت کے مشن عشقِ رسول ﷺ کی روشنی دور دور پہنچائی جائے اور حفظِ ناموسِ رسالت کے تقاضوں کی بجا آوری میں اپنی توانائی لگائی جائے۔

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یاالٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد

(۲) معاشرتی برائیوں کا سدِ باب:

اِس وقت مسلم معاشرہ کئی طرح کے مسائل سے دوچار ہے۔تہذیبی اعتبار سے بھی مسلسل حملے ہیں۔مغربی تمدن کی اندھیری سایہ کناں ہے۔معاشرتی برائیوں کو گویا تحفظ دیا جارہا ہے۔معاشرہ تباہ اور کردار مسخ ہورہے ہیں۔والدین کا احترام اٹھتا جارہا ہے اور رشتوں کا تقدس ختم ہورہا ہے۔فضول و بے جا رسموں کی گھیرابندی ہے۔منکرات کی حوصلہ افزائی ہے۔فحاشی کی ماحول سازی ہے۔مساجد کے منبر ومحراب کا تقدس پامال کیا جارہا ہے۔آلاتِ موسیقی میں قوم کو مبتلا کیا جارہا ہے۔ایسے حالات میں اس بات کی ضرورت بڑھ گئی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کی تصانیف کی اشاعت کی جائے۔ان کی تعلیمات کو اپنے خطاب میں ذکر کیا جائے۔بچوں کی تربیت میں فکرِ امام اہلسنّت کو شامل کیا جائے۔آپ کے فتاویٰ کی اشاعت کی جائے۔ ہر زبان میں، ہر علاقے کی زبان میں فتاویٰ امام اہلسنّت کو شائع کر کے عام کیا جائے۔معاشرتی اصلاح کا فریضہ تعلیماتِ امام اہلسنّت کی روشنی میں انجام دیا جائے۔کتبِ اعلیٰ حضرت کو اپنی محافل میں شائع کیا جائے، تقسیم کیا جائے، اخلاقی واصلاحی تعلیمات پر مبنی رسائل عام کیے جائیں۔

(۳) بزرگوں کی روایات کا تحفظ (ملکی حالات کے تناظر میں):

بزرگانِ دین نے اپنی ساری زندگی تحفظِ دین، حفاظتِ شریعت اور اشاعتِ دین میں گزاری۔تمام جدید نظریات کی مخالفت کی اور حق کی

راہ واضح کی۔ سچ کے لیے کبھی کسی کی ناراضی کی پرواہ نہ کی۔ آج پھر وہ پُر آشوب زمانہ آگیا کہ حق کے مقابل سیکڑوں فتنہ انگیزیاں ہیں۔ ہمارے ملکی حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ بیان سے باہر۔ ہر روز اسلامی روایات پر حملہ ہے۔ ہر دن نیا مسئلہ کھڑا کر کے ملک کے مسلمانوں کا جینا دوبھر کیا جا رہا ہے۔ ہمارے شرعی تحفظات نشانے پر ہیں۔ کبھی اسلامی قوانین میں ترمیم کی بات کی جاتی ہے۔ کبھی کورٹوں میں یا ایوانوں میں تین طلاق اور دیگر شرعی فیصلوں کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ کبھی شعارِ اسلامی پر قدغن لگایا جاتا ہے۔ اسلام مکمل ہے۔ دینی قوانین کامل ہیں۔ ان میں کبھی بھی، کسی بھی صورت میں تبدیلی یا ترمیم کی گنجائش نہیں۔ اِس دینِ فطرت کے ساتھ باطل کی یہ یورش ابتدا ہی سے رہی ہے۔ ایسے میں ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ شریعت کے تحفظ کے لیے کمر کس لیں۔ اپنے اسلامی آئین کو مقدم رکھیں۔ کسی بھی باطل فیصلے سے مصالحت قبول نہ کریں۔ بلکہ ہر خلافِ شریعت اقدام کو قطعی مسترد کر دیں۔ یہی اکابرینِ اہلسنّت کا پیغام ہے۔ یہی بریلی شریف کی خانقاہِ رضویہ کا مشن ہے اور یہی بزرگوں کی روایت کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی تقاضوں کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ شریعت کے تحفظ کے لیے مخلصانہ جذبہ فراہم کرے تاکہ ہم احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے کر خرمنِ باطل کو سرنگوں کر سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆

ان حالات میں ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے

غلام مصطفیٰ مالیگاؤں

(1) اسلامی زندگی گزاریں-

(2) اپنے تمام معاملات میں اسلامی فیصلوں اور شرعی احکام کی پاس داری کریں-

(3) اپنے معاملات لادینی کورٹوں میں لے جانے سے بچیں- باہمی تصفیہ سے مسلم املاک کا تحفظ کریں-

(4) اپنی اسلامی شناخت بنائیں تاکہ باطل پر دبدبہ قائم ہو-

(5) طلاق سے معاشرے کو بچائیں-

(6) وراثت کی منصفانہ تقسیم کریں یعنی شریعت کی روشنی میں ترکہ کی تقسیم ہو-

(7) ملکی دستوری کاغذات کی تیاری میں غفلت نہ کریں؛ آدھار کارڈ، ووٹر کارڈ، راشن کارڈ ضرور بنوائیں- بچوں کی عمر 18 سال کو پہنچتے ہی ووٹنگ لسٹ میں ناموں کا اندراج کروائیں-

(8) چھوٹے بچوں کا پیدائش داخلہ فوراً بنوائیں- جملہ کاغذات سنبھال کر رکھیں؛ بہت سی کاپیاں کروا کر save کر لیں-

بیداری اور اسلامی تعلیمات پر عمل آوری سے ہم ملک میں باوقار زندگی گزار سکتے ہیں- عزمِ محکم کے ساتھ جئیں اور مشرکین کی دھونس میں قطعی نہ آئیں- بچوں میں ایک بڑی تعداد کو قانونی امور میں مہارت دلوائیں؛ وکیل بنوائیں تاکہ دہشت زدگی کی فضا ہموار نہ ہو سکے-

☆☆☆

بند مٹھی لاکھ کی۔ کھلی ہے تو "لات" کی

ع: ظلم سہنا بھی تو ظالم کی طرفداری ہے:　تحریر: محمد زاہد المرکزی کالپی شریف

حالیہ سالوں میں مسلمانوں پر ہوئے حملے ہماری بے حسی، بے بسی، بے غیرتی، بزدلی کی اعلیٰ درجہ کی مثال ہیں، اور اس پر بڑے علماء

کرام، سیاسی لیڈران، صاحب ثروت مسلمانوں کی چپی نئے ہندوستان کی عکاسی، اور ہمارے مردہ ہوتے ضمیر کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

لگ بھگ ایک ہزار سال تک ہندوستان میں حکومت کرنے والے مسلمانوں کی ایسی حالت شاید کسی کے تصور میں بھی نہ آئی ہوگی، عالم اسلام کی طرف نظر کرتے ہوئے میں نے پایا کہ ان میں جذبۂ سرفروشی آج بھی زندہ ہے، بھلے ہی طریقہ غلط کیوں نہ ہو، دینی غیرت آج بھی زندہ ہے، سیریا میں بمباری کے بعد کی کچھ تصاویر دیکھیں کہ بدحواسی کے عالم میں ایک خاتون گھر سے نکل رہی ہے، مگر برقعہ پہنے ہوئے ہے، کچھ لڑکھڑاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تو برقعہ پر ہاتھ لگالیتی ہے کہ کہیں اس کا چہرہ نہ کھل جائے . جبکہ ہمارے معاشرے کے متعلق اکبرالہ آبادی نے بہت پہلے کہا تھا.

بے پردہ نظر آئیں جو مجھے چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جوان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقلوں پہ مردوں کی پڑ گیا

فلسطین میں بچہ بچہ اسرائیلی فوجیوں کے سامنے سینہ سپر ہے، بلکہ عورتیں بھی ہم سے زیادہ ہمت والی ہیں، بارہ سالہ "عہد تمیمی" اسرائیل میں جیل سے جولائی میں رہا ہوئی ہیں، نہ انھیں موت کا خوف ہے نہ اسرائیلی جارح، ظالم فوج کا ڈر، کیونکہ وہ اپنی قوم کی آزادی چاہتی ہیں. بقول اقبال

"تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے" کا ریہرسل منظر پیش کر رہا ہے، اسلام وہاں بھی ہے اور یہاں بھی، مگر کس چور دروازے سے ہندوستانی مسلمانوں سے جذبۂ سرفروشی نے الوداع کہہ دیا اور اس کی جگہ نام نہاد صوفی ازم نے لے لی خبر ہی نہ ہوئی، تصور یہ دیا جانے لگا کہ سکون سے رہو، سکون کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کچھ کہہ جائے یا کر جائے آپ برداشت کریں، کوئی ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو دوسرا بھی "زیروکس" کے لیے پیش کر دو، تلوار، اور آلات حرب وحفظ ماتقدم جیسے اہم پینترے بازی کے سارے گر (ہنر) مسلم ڈکشنری سے غائب کر دیئے گئے، طبلہ وسارنگی، بیجا چندہ، عرس وجلسہ کو ہی اصل اسلام باور کرایا گیا، پیر پرستی کو ہی شریعت اور انکے اقوال وافعال کو قال اللہ وقال الرسول سے تعبیر کرایا گیا، جبکہ فرمان رب العالمین کچھ اور ہے:

قُل اِن كَانَ اٰبَآؤُكُم وَ اَبنَآؤُكُم وَ اِخوَانُكُم وَ اَزوَاجُكُم وَ عَشِيرَتُكُم وَ اَموَالُ اقتَرَفتُمُوهَا وَ تِجَارَةٌ تَخشَونَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرضَونَهَا اَحَبَّ اِلَيكُم مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ وَ جِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَاتِيَ اللّٰهُ بِاَمرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهدِي القَومَ الفٰسِقِينَ (۴۲)

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (ف ۴۸) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

ایسے صوفیوں اور انکے صوفی ازم کا پردہ چاک کیے بغیر، تبدیلی کی امید صرف امید ہی ہوگی۔

اس بیماری کے پھیلاؤ میں علمائے کرام بھی اپنا دامن بچا نہ سکے، درس نظامی کی مکمل تعلیم میں جذبہ سرفروشی کے متعلق علماء کرام سے ہم نے آج تک کچھ نہ سنا، جبکہ قرآن وحدیث کی کتابیں اس باب سے پر نظر آتی ہیں، اگر سنا بھی تو نہج دوسرا اور بے مقصد، اب جبکہ معلم ہی میں

جذبہ مفقود تو شاگرد کا اس سبجیکٹ میں حال اظہر من الشّمس ۔

خود آقا علیہ السلام نے 23 / 33 غزوات میں شرکت فرمائی ہے ۔ پورے ملک سے آئے دن ماب لچنگ (خونی بھیڑ) کی حرکتیں مسلمانوں کے ساتھ زینت اخبار بنتی ہیں مگر ہمارے قائدین گدھے گھوڑے بیچ کر ایسے سوئے ہیں جیسے انھیں "صور اسرافیل" سے پہلے جاگنا ہی نہیں ہے ۔ راحت اندوری کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کء زد میں
یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

خواب خرگوش کے مزے لوٹنے والے حضرات بھی آج نہیں تو کل زد میں آئیں گے، پھر نیند کھلے گی مگر "اب پچھتائے ہوتا کیا ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت" بچپن میں ایک کہانی سنی تھی ہمارا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔

ایک بادشاہ کا لڑکا، ایک وزیر کا، ایک کوتوال کا، ایک چوکیدار کا چاروں میں گہری دوستی تھی، ایک روز تفریح کی غرض سے چاروں ایک باغ میں جا پہنچے اور مالک کی اجازت کے بغیر ہی پھل کھانے لگے، مالک پریشان ہوا کہ اگر کوئی تدبیر نہ کی تو یہ باغ میرا کم ان لفنگوں کا زیادہ ہوگا اور ہر دن نئی مصیبت مگر کرے کیا؟ سب امیر زادے ہیں، کافی غور وفکر کے بعد اس نے تنہائی میں شہزادہ کو بلایا اور خوب تعریف کی اور ایک اچھی جگہ بٹھایا، بعدہ چوکیدار کے لڑکے کو بلایا اور کہا نالائق یہ تو شہزادے ہیں انکے کرم سے تو باغ پھلتا پھولتا ہے، تو انکی برابری کرتا ہے تیری حیثیت ہی کیا ہے؟ اور جمکر پٹائی کردی، شہزادہ کو لگا اس نے ٹھیک ہی کیا ۔ پھر کوتوال کے لڑکے کو بلایا اور اس کو بھی جم کر پیٹا کہ تو ٹھہرا نوکر، وہ شہزادے اور وزیر زادے ہیں تیری انکے سامنے کیا بساط؟ یہ بھی پٹ پٹا کر دور گاڑی کے قریب جا کھڑے ہوئے، اب باغ کے مالک نے وزیر زادے کو بلایا اور اسی طرح دھنائی کی وہ بھی گاڑی کے قریب جا پہنچے، آخر میں شہزادہ کو بلایا حضرت نیچے تشریف لائیں، حضرت سینہ پھلائے ہوئے تشریف لائے، مالک بولا یہ باغ آپ کا ہے؟ شہزادہ نہیں، تو پھر آپ کو بلا اجازت میرا نقصان کرنے کا حق کس نے دیا؟ شہزادہ ہو تو کیا غریب رعایا کو ایسے ہی ستاؤ گے؟ اور شہزادہ کی بھی خوب خبر لی مدد کیلئے جو آواز دیتے ہیں تو کوئی آس پاس نہیں، اور اگر مذکورہ ساتھیوں کو بتاتے ہیں تو اپنی عزت کا فالودہ بنتا نظر آتا ہے آخر کار پٹ پٹا کر، آنسو دھو کر ساتھیوں سے جا ملے اور دوبارہ اس طرف رخ نہ کیا ۔

یہی حال ہمارے قائدین کا ہے، ایک ایک کر کے سب کا نمبر آئے گا، مگر جب آواز دیں گے تو بقول سیدی سرکار اعلی حضرت ارضاہ عنا، حال یہ ہوگا ۔

ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولیٰ والی ہے

لیکن یہاں شاید مولی بھی والی نہ ہو تمہارے حالات دیکھ کر ۔ آخر مسلمان موت سے اتنا خوفزدہ کیوں؟ علماء کرام مولانا خادم حسین رضوی سے سبق کیوں نہیں لیتے ؟ امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، مجدد الف ثانی، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، مفتی اعظم ہند رحمہم اللہ علیھم اَجمعین بھی تو عالم تھے حکومتوں کی چولیں ہلا دیں، اکبر سے لیکر انگریز، اندرا گاندھی تک سے لوہا لینے والے علماء کرام ہی تو تھے، حضرت ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے " گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک آنی زندگی بہتر ہے "اگر علماء کرام اپنی اولاد، بیوی بچوں، نفس، عزیز واقارب کو پیروں کی بیڑیاں سمجھنے لگے تو پھر عوام کیوں نہ دنیا میں مگن ہوگی ۔ اگر صحابہ کرام ودیگر اکابرین اپنی گھریلو زندگی میں مصروف رہتے تو ہم تک اسلام پہنچتا؟ نہیں ہرگز نہیں!!!!!!

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

محمد زاہد علی مرکزی
Zahidalibarkati@gmail.com

☆☆☆

ھر ایک مسلمان ماب لنچنگ کا شکار: حقائق وتجاویز

(مفتی محمد ابراہیم بن جماعہ علیمی مرکز الثقافۃ السنیۃ یونیورسٹی کیرلا)

جھارکھنڈ میں ہجومی تشدد کا نشانہ بنے تبریز انصاری کی موت اس سال کا ایسا پہلا معاملہ نہیں ہے۔ ویب سائٹ فیکٹ چیکر ڈاٹ اِن کے ڈاٹا سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نفرت وجرم کا ایسا گیارہواں معاملہ ہے۔ گزشتہ ایک دہائی میں ہندوستان میں جرائم پر مبنی نفرت کے 297 معاملے سامنے آئے ہیں جن میں 98 لوگوں کی موت ہوئی اور 722 لوگ زخمی ہوئے ہیں۔

ویب سائٹ فیکٹ چیکر ڈاٹ اِن کے ذریعہ پیش کردہ اعداد وشمار کے مطابق حال کے سالوں میں ہجومی تشدد کے معاملوں میں اضافہ درج کیا گیا ہے۔ سال 2015 کے بعد سے گئوکشی اور چوری کے سبب ہجومی تشدد کے 121 واقعات ہوئے ہیں جب کہ 2012 سے 2014 میں ایسے محض 6 واقعات ہوئے تھے۔ 2009 سے 2019 کے ڈاٹا سے پتہ چلتا ہے کہ 59 متاثرہ شخص مسلم تھے اور 28 فیصد واقعات مبینہ مویشی چوری یا قتل سے متعلق تھے۔ ڈاٹا سے پتہ چلتا ہے کہ 66 فیصد واقعات بی جے پی حکمراں ریاستوں میں ہوئے اور 16 فیصد واقعات کانگریس حکمراں ریاستوں میں ہوئے۔

اصل واقعہ:

واضح رہے کہ جھارکھنڈ کے کھرساواں ضلع میں منگل کے روز تبریز انصاری کے ساتھ صرف چوری کے شک میں مار پیٹ کی گئی۔ اسے کھمبے سے باندھا گیا اور پولس کے حوالے کرنے سے پہلے بھیڑ نے کئی گھنٹوں تک اسے پیٹا۔ اس واقعہ کا ویڈیو بھی سامنے آیا جس میں نظر آرہا ہے کہ تبریز کو بار بار 'جے شری رام' اور 'جے ہنومان' بولنے کے لیے مجبور کیا جارہا ہے۔

اس معاملے میں پولس کا کہنا ہے کہ ہفتہ کے روز تبریز کی موت اسپتال میں علاج کے دوران ہوگئی۔ اس حملے کی پورے ملک میں مذمت کی گئی۔ معاملے میں 11 لوگوں کو گرفتار بھی کیا گیا اور دو پولس اہلکاروں کو معطل بھی کر دیا گیا۔ تبریز کی فیملی نے پولس، ڈاکٹر سمیت جرائم میں شامل سبھی لوگس کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ دراصل تبریز کی فیملی کا کہنا ہے کہ ان کے کئی بار گزارش کرنے کے بعد بھی پولس نے تبریز کا مناسب علاج نہیں کروایا اور بہت دیر بعد میں اسپتال میں داخل ہونے کے سبب اس کی موت ہوگئی۔

امریکی کمیشن کے صدر ٹونی پرکنس نے کہا؛ 'ہم بیرحمی سے کیے گئے اس قتل کی سخت لفظوں میں مذمت کرتے ہیں جس میں مجرموں نے مبینہ طور پر انصاری کی گھنٹوں پٹائی کرتے ہوئے اس کو ہندوتوادی نعرے لگانے کے لئے مجبور کیا۔' ٹونی نے کہا؛ 'ہم حکومت ہند سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ انصاری کے قتل کی جانچ کے ساتھ ہی اس معاملے کو دیکھ رہی مقامی پولیس کے رول کی بھی جانچ کر کے ٹھوس قدم اٹھائے جس سے اس طرح کے تشدد اور ڈر کے ماحول کو روکا جاسکے۔' انہوں نے کہا؛ جوابدہی کی کمی صرف ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے گی جو مانتے ہیں کہ وہ مذہبی اقلیتوں کو سزا دینے کے لئے ان کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔' (اخبارات)

ہندستان کے مسلم غم وغصہ میں ہیں سیاسی اور غیر سیاسی افراد اس کی مذمت کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف گائے اسمگلنگ کے الزام میں راجستھان کے الور ضلع میں بھیڑ کے ذریعہ ایک شخص کا پیٹ پیٹ کر قتل کئے جانے پر مودی حکومت کے ایک وزیر نے اسکا ذمہ دار وزیر اعظم کی بڑھتی مقبولیت کو بتایا۔ راجستھان کے سینئر بی جے پی لیڈر اور مرکزی وزیر ارجن رام میگھوال نے کہا کہ مودی جی جتنا مشہور ہوتے جائیں گے، موب لنچنگ کے واقعات اتنے ہی زیادہ بڑھتے جائیں گے۔

تو پھر شاید اسی لئے بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد ہی سے مسلمانوں کے ساتھ دیگر اقلیتوں پر مظالم بڑھ چکے ہیں اقلیتی برادری خوف زدہ ہے۔ آر ایس ایس اور اسکی ذیلی تنظیمیں جو فرقہ پرست ذہنیت کی حامل ہے ملک میں فرقہ وارانہ ماحول پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ ۲۰۱۴ میں بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد سے ہی فرقہ پرستوں کو جیسے کھلی چھوٹ مل گئی ہے۔ مسلمانوں کو کبھی گائے کے نام پر چھوٹے الزامات میں ہجومی دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کبھی چوری کے چھوٹے الزامات میں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کی جانب سے حال ہی میں ہوئے۔ جھارکھنڈ کے اندر اس مسلمان نوجوان جس کو چوری کے شک میں الیکٹرک پول سے باندھ کر زبردستی جے شری رام اور جے ہنومان کے نعرے لگوا کر پیٹ پیٹ کر مارڈالا یہ شخص بغیر ماں باپ کا یتیم بچہ تھا اسی طرح اس کی بیوی بن ماں باپ کے یتیم لڑکی تھی اگر واقعی میں تبریز انصاری نے چوری کی تھی .. تو اس کو پولیس کے حوالے کرنا تھا مگر کچھ لوگ مذہب کی آڑ میں جرم کرتے ہیں ..

وزیر اعظم نریندر مودی نے پانچ سال کے بعد حلف لیا ہے اور اپنی تقریر میں اشارہ دیا ہے کہ کچھ نئے کام اور کریں گے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نیبہت وضاحت کے ساتھ کہا کہ اب تک جو اقلیتیں ہمارے ساتھ نہیں ہیں انہیں اب جوڑنے کا کام بھی کرنا ہے اور اس کی ابتدائی نسل سے کرتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے عید کی عیدی کے طور پر پانچ کروڑ مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کو وظیفہ دیا جائے گا۔ پھر جب لوک سبھا میں کام کی ابتدائی ہوئی تو سب سے پہلے طلاق ثلاثہ بل وزیر قانون نے پیش کر کے مسلمانوں کے منھ کا ذائقہ خراب کر دیا۔

اس میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جھارکھنڈ ماب لنچنگ کی نرسری بن گئی ہے۔ انہوں نے ناگواری کے ساتھ کہا کہ اس سے جھارکھنڈ بدنام ہوتا ہے۔ بس جو برے ہیں انہیں برا کہہ دینا چاہئے۔ بڑے لیڈروں کے ایسے ہی الفاظ غنڈوں اور دہشت گردوں کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کو وارننگ دینا چاہئے تھی کہ اگر اب کوئی شرمناک واقعہ ہوا تو میرے بغیر کہے استعفیٰ دے کر گھر چلے جانا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا

تجاویز

مذکورہ حالات کے پیش نظر مسلمان درج ذیل چند کاموں پر توجہ دیں تو نہ صرف بگڑی تقدیر سنور سکتی ہے بلکہ موجودہ حالات ومسائل پر کارگر طور پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

نمبر۱: تمام مسلمانوں کو موجودہ حالات سے باخبر کرنے کا منظم طریقہ اپنانا اور صحیح اقدامات سے باخبر کرنا

نمبر۲: ماب لنچنگ کے واقعات پر قانونی چارہ جوئی کرنا اور اس میں قانون داں مسلم وکلا کی شمولیت

نمبر۳: اپنا اچھا معیار اور سب کی اچھی تعلیم، کا بہتر انتظام کرنا۔ مدارس میں اس طرح کا انتظام جو آگے کی عصری تعلیم کو نہ روکے

نمبر۴: آپسی اتحاد اور بھائی چارہ، جو مسلم ضروریات کو پورا کرا سکے

نمبر۵: بلا تفریق مذہب، وسیع تر انسانی سوسائٹی سے (انسانی مسائل میں) بےلوث رابطہ اور ان کی خدمت۔

☆☆☆

تبصرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی فادات کا ایک نیا سلسلہ

''امام احمد رضا اور علم کلام'' جلد اول منظر عام پر

اصحاب علم وفن کے تبصرے

نام کتاب: امام احمد رضا اور علم کلام، مولف: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، صفحات 344

ناشر: مکتبہ رضائے مصطفیٰ مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ قیمت: 250 روپے

مولف نے اولاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مباحثِ کلامیہ کی تسہیل و تلخیص کی، پھر انھیں علم کلام کی فنی ترتیب میں ڈھال کر امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی اور تجدیدی خدمات کی ایک مستقل جہت کو پیش کیا ہے، یہ کوشش شائقین علم خصوصاً علم کلام اور فلسفہ کے معلمین وطالبین کے لیے بہت اہم ہے۔ اس نئی تالیف کی رسم اجراعرس امجدی کے موقع پر عمل میں آئی، اس کی پہلی جلد الٰہیات کے مباحث پر مشتمل ہے، نبوات اور سمعیات پر باقی جلدیں زیر ترتیب ہیں۔ جلد اول پر تین مقتدر اہل علم کے تبصرے پیش ہیں۔ (ادارہ)

کتاب کیا ہے، عرفان حق کا گنج گراں مایہ، اور علوم ومعارف کا ایک حسین گل دستہ۔

حضرت علامہ عبد الرحمٰن صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

ارشاداتِ قرآنی کے مطابق دین اسلام کے علاوہ دنیا میں رائج ہر دین باطل وخلافِ واقع ہے، دین حق ومقبول عنداللہ صرف دین اسلام ہے، جس کی تفصیلات قرآن واحادیث میں مذکور ہیں، لیکن آیات قرآنی واحادیث نبوی کی اصل روح جو شارع کی منشا کے مطابق ہو اس کو پالینا سب کے بس میں نہیں ہے۔ اسی لیے عہد صحابہ کے بعد تابعین، ائمہ مجتہدین اور بعد کے ادوار میں ایسے موید من اللہ اولیا وعلماء ربانی پیدا ہوئے جنھوں نے دین کی اصل شکل وصورت قوم کے سامنے پیش کی۔ دین اسلام کے مخالفین نے اولاً شمشیر وسنان کے زور پر اسلام کو مٹانا چاہا، جب وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے تو اسلام پر فکری نظری یلغار کرنا شروع کیا۔ جس کے سبب دوسری صدی ہجری سے مسلمان کہلانے والے لوگ مختلف فرقوں میں منقسم ہونے لگے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جس طرح ادیان وملل کی دنیا میں حق صرف اور صرف اسلام ہے اسی طرح اسلام کے نام پر جنم لینے والے فرق مختلفہ میں حق صرف اور صرف جماعت اہل سنت ہے، اور اسی کو فرقہ ناجیہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

دوسری صدی سے تیرہویں صدی تک حقیقی اسلام کی ترجمانی وتفسیر کرنے والے ائمہ کرام ومجدد دین اسلام کی ایک لمبی فہرست ہے، جنھوں نے عقائد ومعمولات اہل سنت کو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ومنور کیا ہے، اور کفار ومشرکین وملحدین وضالین ومنحرفین کی فکری ظلمات کا پردہ چاک کرنے میں اپنی زندگیاں صرف کردی ہیں، اور ایسے محیر العقول کارنامے انجام دیے ہیں کہ زبان وقلم ان کی کماینبغی تعریف وتوصیف سے قاصر ہے۔

لیکن چودہویں صدی ہجری میں مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے دین وسنیت کے میدان میں جو گراں مایہ کارنامہ انجام دیا ہے اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی، پوری تاریخ اسلام میں اٹھنے والے فتنوں اور عصر حاضر میں اٹھنے والے فتنوں کا آپ نے تن تنہا مقابلہ کیا اور عقائد اہل سنت ونظریات اہل سنت کی حقانیت وصداقت پر ایسے محکم ومضبوط دلائل وبراہین کے انبار جمع کردیے کہ انصاف

پسند طبیعتوں کے لیے انکار کی گنجائش نہ رہی۔ دین اسلام کے اصول وفروع کی جیسی تشریح تحریرات رضا میں پائی جاتی ہے ان کے عصر میں ویسی تعبیر وتوجیہ تقریباً نایاب ہے۔ دین کے اصول وفروع پر آپ نے بھر پور لکھا اور کفر وضلالت کی ہر راہ مسدود کردی، نتیجہ کے طور پر فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کا جدید نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہو گیا۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تجدیدی وعلمی کارناموں کا ایک بڑا حصہ آپ کے مباحث کلامیہ ہیں، جو آپ کی متعدد کتابوں، رسائل وحواشی میں عربی، اردو زبان میں بکھرے ہوئے تھے، آپ کے ان جواہر پاروں کو یک جا کرنے اور انھیں ایک لڑی میں پرو کر پیش کرنے کا امتیاز حفید صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ مقیم امریکہ کو حاصل ہوا، مفتی فیضان المصطفیٰ صاحب قبلہ قابل صد مبارک باد ہیں کہ اس عظیم کام کا قرعہ فال ان کے نام نکلا۔

نوجوان علماء میں حضرت مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب قبلہ بہت ہی اعلیٰ معیار کے فاضل ہیں، مثبت فکر کے مالک ہیں، آپ کا اسلوب تحریر بھی بہت عمدہ اور شیریں ہے، دقیق علمی مسائل کی تفسیر وتوضیح پر آپ کو پوری قدرت ہے۔

زیر نظر تصنیف میں آپ نے افکار رضا کی ترتیب وتلخیص میں جس جگر کاوی اور ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہے وہ کافی قابل ستائش ہے۔

کتاب کیا ہے، عرفان حق کا گنج گراں مایہ، علوم ومعارف کا ایک حسین گل دستہ ہے۔ فاضل موصوف نے مباحث علمیہ کو جس سلیس وشستہ انداز میں پیش کیا ہے وہ ان کے راسخ فی العلم ہونے کی دلیل کافی ہے۔ موصوف گرامی زبردست علمی صلاحیت کے مالک، اور علمی کاموں سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ زبان وادب، تحریر وقلم کے بھی دھنی ہیں، مسلک رضا کے صرف شیدائی ہی نہیں بلکہ اس کے ناشر وداعی وترجمان ہیں۔ موصوف گرامی کی متعدد تصنیفات اصلاح احوال کے لیے مقبول ورائج ہیں، خصوصاً کشف الاستار کی ترتیب وتصحیح جو فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب میں موصوف نے کس قدر محنت کی ہے اس کی ایک جھلک انھیں کی تحریر میں ملاحظہ کریں، آپ پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اصول مسائل'' اپنے موضوع کے اعتبار سے مشکل ابحاث پر مشتمل ہوتے ہیں، پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہ جب فنی بحث وتمحیص کرتے ہیں تو وہ اس اعلیٰ معیار پر ہوتی ہے کہ اس کو اچھی طرح سمجھ لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس کی وجہ دور حاضر میں فنی کتب کے درس وتدریس میں بے رغبتی اور علمی امور میں سہل پسندی کا غلبہ ہے۔''

موصوف گرامی کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اہل سنت کی تحریرات کی گہرائی کا ادراک معقولات میں دسترس کے بغیر ناممکن ہے۔

اور موصوف نے اِس وادی پُر خار کو عبور کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ کتاب کتنی باوزن اور اہم ہے اسے سمجھنے کے لیے حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری کا یہ ارشاد بہت وقیع ہے: ''میں نے خود اس کے بعض مباحث کا مطالعہ کیا اور اپنے علم وبصیرت میں تازگی محسوس کی'' انتہیٰ

بہر کیف، موصوف گرامی قدر کی یہ کاوش لائق نظر تحسین ہے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ موصوف ممدوح کے علمی افادات کو عام فرمائے اور آپ کے علم ومعارف وعمر وصحت میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

طالب دعا عبد الرحمٰن رضوی انصاری

سینئر استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو

اس کتاب کی کتنی سخت ضرورت تھی باذوق قارئین مطالعہ کے بعد بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فاضل علوم حدیث حضرت علامہ کوثر امام قادری مہراج گنج

اردو زبان میں دینی موضوعات پر لکھی جانے والی کتب میں اسلامی عقائد سے متعلق وہ مسائل جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں باختصار ذکر کیے جاتے ہیں، مگر تفصیلات وتشریحات کے ساتھ جمل مسائل اعتقادیہ نیز فنی موضوعات وترتیب مباحث، شبہات وفدرع شبہات کے ساتھ علم کلام کے عنوان پر کوئی کتاب اردو زبان میں کم از کم میری معلومات کے مطابق نہیں لکھی گئی ہے، جب کہ مسائل فرعیہ عملیہ سے متعلق سیکڑوں کتابیں موجود ہیں اور مزید لکھی جارہی ہیں، حالانکہ مسائل اعتقادیہ پر بھی الگ الگ جہت سے کام کرنے اور مسائل عقائد اور اصول عقائد ہر زاویہ سے بحث وتحقیق پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی ضرورت کے تحت یہ کتاب ''امام احمد رضا اور علم کلام'' مرتب کی گئی ہے۔''علم کلام'' سے واضح ہے کہ یہ کتاب عقائد اسلامیہ کے مسائل واصول پر مشتمل ہے، اور''امام احمد رضا'' سے ظاہر ہے کہ اس میں جو کچھ ہے وہ سب امام المتکلمین اما احمد رضا کا ہے، یعنی مصنف تو امام احمد رضا ہیں اور مولف ومرتب حضرت علامہ فیضان المصطفیٰ امجدی ہیں۔

مرتب موصوف کی علمی مرتبت کے پیش نظر کہہ سکتا ہوں کہ وہ از خود علم عقائد کے موضوع پر عظیم وضخیم کتاب تصنیف فرما سکتے تھے، لیکن کتاب کے ایک ایک لفظ کو استنادی حیثیت عطا کرنا ایک مشکل امر تھا، لہٰذا انھوں نے امام احمد رضا کی تحقیقات وتفصیلات سے اقتباس کرنے میں عافیت محسوس کی، کیوں کہ حضرت امام کی تحریر کا ایک ایک حصہ اور ایک ایک حرف دلیل وحجت اور برہان ربانی ہے۔

اس کتاب کی کتنی سخت ضرورت تھی باذوق قارئین مطالعہ کے بعد بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ شرح عقائد اور ہدایۃ الحکمت پڑھنے والے مدارس اسلامیہ کے باذوق طلبا فلسفہ وعقائد کے جن مسئلوں کے حل میں دقتیں محسوس کرتے ہیں یا جنھیں لاینحل تصور کر کے صرف نظر کر لیتے ہیں یہ کتاب ان کے لیے کسی مستند شرح سے کم نہیں ہے۔

فلسفہ کی کتابوں میں ہیولیٰ، صورت نوعیہ، جزء الذی لایتجزیٰ، زمانہ وحرکت کی قدامت پر خالص فلسفیانہ ویونانی نظریات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، اس کتاب میں ان مباحث کو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں محققانہ وناقدانہ جائزہ لے کر ان کی اسلامی حیثیت پیش کی گئی ہے۔

کتب فن عقائد کے مشہور مباحث کفر فقہی، کفر کلامی، کفر لزومی، کفر التزامی، ضروریات دین، ضروریات اہل سنت، صفات الٰہیہ کا عین ذات وغیر ذات ہونا، اہل قبلہ کی تکفیر وعدم تکفیر، محالات پر قدرت، خلف وعد ووعید، محالات، واجبات، ممکنات، حادثات، متشابہات، تسبیحات وتنزیہات، استواو جہات، ذات باری تعالیٰ کے لیے حیز ومکان، کلام لفظی وکلام نفسی وغیرہ امور پر محققانہ، ناقدانہ شرح وتفصیل اور عمدہ شاندار گفتگو فرمائی گئی ہے۔

یہ کتاب خالص علمی ہے اور مباحث عالیہ پر مشتمل ہے، اور علمی کتابوں کے قارئین کا حلقہ محدود ہے، جن کے سبب اس کتاب کی طرف عام اذہان کا مبذول ہونا مستبعد ہے، تاہم حسن ترتیب، مشکل عبارات کی قابل فہم تشریح وتسہیل، حوالوں کا التزام، ادبی کتابوں کا اسلوب پیش کش، ہر جگہ دل نشیں سرخیاں، ذیلی عناوین، باسلیقہ پیرا بندی، اعتراضات، جوابات، ایرادات، ازالہ شبہات، اشکالات، دفع خلل وغیرہ کی صراحت وضاحت یہ وہ ساری چیزیں ہیں جو عام قاری کی بھی طبیعت مائل مطالعہ کرتی ہیں۔

فقط۔ کوثر امام قادری (مہراج گنج)

''امام احمد رضا اور علم کلام''

مؤلّفِ جلیل نے چمنستانِ رضا کے مہکتے پھولوں کو چُن چُن کر ایک ایسا گلدستہ ترتیب دیا ہے، جس کی خوشبو چارسُو محسوس کی جائے گی، ان شاءاللہ!

مفکر مسلک اعلیٰ حضرت مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی (ابوظبی، امارات)

عقائد کو نقلی وعقلی طرزِ استدلال کے ذریعے ثابت کرنے کا نام "علمِ کلام" ہے۔شریعتِ مطہّرہ کے ہوتے ہوئے ابتداءً مسلم مفکرین کو علمِ کلام میں علوم عقلیہ سے اکتساب کی ضرورت ہرگز نہیں تھی، لیکن وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ عقائد کو علومِ عقلیہ کے ذریعے بھی تحفظ فراہم کیا جائے؛ تاکہ کلامی موشگافیاں عرفانِ خداوندی کے راستے میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

بیسویں صدی میں اِلحاد کا شکار ہونے والوں کی تعداد کچھ کم تھی، جبکہ ہمارے دَور (اکیسویں صدی) میں یہ تعداد بہت بڑھ چکی ہے، لہٰذا اب شُعوری ایمان کی طرف رہنمائی کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے؛ کیونکہ جیسے جیسے مسلم مفکرین تعقل وتدبر سے کام لینا چھوڑ رہے ہیں، ویسے ویسے عقل وشعور کی چکاچوند سے متاثر انسان مذہب سے دُور ہوتا جارہا ہے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دَورِ جدید کے تقاضوں اور انسانی فہم وفراست کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ہنگامی بنیادوں پر اس علم کی تجدید کی جائے، اور اس سلسلے میں اکابر بزرگانِ دین، اور مسلم مفکرین بالخصوص سیّدی امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمِ کلام سے متعلق تحریروں کو بنیاد بنا کر رہنمائی حاصل کی جائے، کیونکہ مَباحثِ کلامیہ پر مشتمل جس قدر مدلّل تصنیفات اور کلام، سیّدی امام اہل سنّت نے فرمایا ہے، وہ آپ کا ہی خاصّہ ہے۔

علم وحکمت کے اس بے تاج بادشاہ اور ناموسِ رسالت کے پاسبان نے، جس قدر پُر آشوب دَور میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا، عالمِ اسلام کے لیے شاید ہی کوئی ایسا پُرفتن دَور گزرا ہو، لہٰذا آپ نے ان فتنوں کی بیخ کنی اور قلع قمع کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے رکھا۔آپ نے تنِ تنہا مفسدین وملحدین کو ہر محاذ پر، نہ صرف بے نقاب کیا، بلکہ اپنے قلم کے پے درپے وار کرکے ان کی سرکوبی بھی فرمائی۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار، برق بار
اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں!

سیّدی اعلیٰ حضرت کا سینہ علم ومعرفت کا خزینہ، اور فکروشُعور کا گنجینہ ہے۔آپ قدیم وجدید علوم پر مہارتِ تامّہ رکھتے ہیں، سیّد ریاست علی قادری امامِ اہلِ سنّت کی قدیم وجدید علوم پر مہارتِ تامّہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنسدان گُم ہیں، ایک طرف ان میں ابوالہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی رَوشنی ہے، تو دوسری طرف جابر بن حیّان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کُہنہ مشقی ہے، تو دوسری طرف الطبری، الفارابی، رازی اور بوعلی سینا جیسی دانشمندی، ایک طرف فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی، ابنِ رُشد جیسی خداداد ذہانت ہے، تو دوسری طرف امام ابوحنیفہ کے فیض سے فقیہانہ وسعتِ نظری ہے، اور غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت، عالی ظرف امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع ہے، اور ان کی ذات میں کتنے ہی علم وعالم گُم ہیں"۔("معارف رضا" مجدّد ملّت امام احمد رضا بحیثیت سائنسدان، حکیم اور فلسفی، شمارہ 86ء، 123، 124)

ملک العلماء علاّمہ ظفر الدین بہاری، سیّدی امامِ اہلِ سنّت کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے علم عقائد میں 31 اور علم کلام میں 17

کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ("حیاتِ اعلیٰ حضرت" 2 / 54، 55، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، انڈیا)

زیرِ تبصرہ کتاب "امام احمد رضا اور علمِ کلام" کا بیش تر حصہ مذکورہ بالا انہی کتب کے اقتباسات پر مشتمل ہے، جسے مؤلّف جلیل، نبیرۂ صدر الشریعہ، حضرت علاّمہ مفتی فیضان المصطفیٰ اعظمی قادری نے نہایت سلیقہ سے ترتیب دیا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں عقائد سے متعلق مَباحث، اختصار کے ساتھ بہت عمدگی سے بیان کیے ہیں، آپ کا اندازِ تحریر انتہائی شائستہ، شُستہ، اور دلائل پختہ ہیں۔

بنیادی طور پر یہ کتاب اُن مَباحثِ کلامیّہ پر مشتمل ہے، جو امام اہلِ سنّت کی مختلف کتب وفتاوی کی صورت میں بکھری ہوئی تھیں۔ مؤلّفِ جلیل نے چمنستانِ رضا کے مہکتے پھولوں کو چُن چُن کر ایک ایسا گلدستہ ترتیب دیا ہے، جس کی خوشبو چار سُو محسوس کی جائے گی، ان شاء اللہ!۔ آپ نے انتہائی محنت سے گنجِ رضا کے بکھرے انمول موتی، اس طور پر جمع کر دیے ہیں، کہ گویا سمندر کو کُوزے میں بند کر دیا ہو!۔

مجموعی طور پر یہ کتاب سات 7 ابواب پر مشتمل ہے، اس میں اوّلاً آپ نے علمِ کلام کی تدوین وتاریخ بیان کی ہے، اس کے بعد علمِ کلام سے متعلق مشہور ومتداوِل کتب کا ذکر ہے، بعد ازاں مَبادیاتِ عقائد اور ذات وصفاتِ باری تعالی وغیرہا سے متعلق دیگر مَباحث ومسائل فلسفہ کا بیان ہے۔ مشکل اَبحاث کی حسبِ ضرورت تسہیل وتشریح کا خاص اہتمام فرمایا ہے، اس کے بعد رؤیتِ باری تعالی، تقدیر وتکفیر، اہلِ فَترت کے اَحکام ومَباحث اور آخر میں تجلّیاتِ الٰہیہ کا بیان ہے۔

بلا شک وشبہ دیگر تصنیفات وتالیفات کی طرح آپ کی یہ تالیف بھی لاجواب اور قابلِ مطالعہ ہے۔ لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب سے ہمارے معاشرے میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا عمل دخل بڑھ چکا ہے، ہماری اکثریت کتابوں سے دُور ہوتی جا رہی ہے، کتب خانے ویران ہو رہے ہیں، دینی کتب کے تداوُل میں تشویشناک حد تک کمی واقع ہوئی ہے، صورتحال اس قدر بگڑ چکی ہے کہ کتاب خرید کر پڑھنا تو در کنار، اگر مفت بھی دی جائے تو مطالعہ کرنا گوارہ نہیں کرتے!!۔

دراصل مفید کتب کو ضبطِ تحریر میں لانے کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے، کہ لوگوں تک علم نافع پہنچایا جائے، ساتھ ہی معلومات میں اضافہ بھی ہو، جس کے ذریعے پوری قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے، اگر آپ حضرات ان کتب کا مطالعہ نہیں کریں گے، تو شب وروز کی محنت کے بعد ان کی اِشاعت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ لہٰذا مستند دینی معلومات اور اپنے علم میں اضافے کے لیے، سوشل میڈیا پر انحصار کرنے کے بجائے، مطبوعہ دینی کتب کے مطالعہ کو اپنی عادت بنایئے؛ تاکہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہے، اور وہ حوالہ جات سے مزین، دیدہ زیب کتبِ معتمَدہ بھی آپ تک پہنچاتے رہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم کتابوں کے مطالعہ کی عادت نہ بنائیں، تو آہستہ آہستہ کتابیں لکھنے والے بھی کم ہو جائیں گے، اور عدمِ مطالعہ کے باعث ہم تنزلی کے عمیق گڑھے میں جا گریں گے، اور ہمارا نام تک نہ رہے گا داستانوں میں!!۔

اللہ ربّ العزّت مؤلّف موصوف حضرت قبلہ مفتی فیضان المصطفیٰ اعظمی قادری کے علم، عمل، عمر، صحت، عافیت اور اِکرام میں مزید برکتیں عطا فرمائے! آپ کے قلم وکتابت میں مزید ہمّت وتوفیق دے، کہ آپ بالاستمرار تشنگانِ علم کی سیرابی کا سامان کرتے رہیں! اور ان کے ذریعے تشنہ لب اپنی پیاس بجھاتے رہیں، آمین یا ربّ العالمین!۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ونبيِّنا وحبيبنا وقرّة أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين!.

فقط۔ محمد اسلم رضا تحسینی میمنی

☆☆☆

امام احمد رضا نیشنل کانفرنس پونہ

رپورٹ: غلام مصطفےٰ رضوی مالیگاؤں

پونہ: پروفیسر ڈاکٹر سعید احسن قادری (زیڈ وی ایم یونانی میڈیکل کالج پونہ) کی یہ دیرینہ تمنا تھی کہ اعلیٰ حضرت پر پونے کی سرزمین پر سیمینار ہو، گزشتہ 16 جون بروز اتوار یہ سیمینار منعقد ہوا، اس سیمینار کی کامیابی پر میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ سیمینار کے مقالات کا مجموعہ ''فکرِ رضا کے علمی گوشے'' (صفحات: 306) کا اجرا مفتی محمد حنیف خان رضوی، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی، الحاج محمد سعید نوری (سربراہ رضا اکیڈمی ممبئی)، مولانا معین الحق علیمی کے بدست ہوا۔

مولانا محمد حنیف خان رضوی نے "امام احمد رضا اور علم تفسیر" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا اور بتایا کہ: علم تفسیر وحدیث میں امام احمد رضا کے درک وتعمق پر میں نے دس جلدیں لکھیں- امام احمد رضا سے ان کی تصانیف میں منقول تقریباً چھ سو آیات پر مشتمل تفسیر تین جلدوں میں جمع کی ہیں۔ تفسیر قرآن میں مہارت پر ان کا ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' عظیم شاہکار ہے۔ اصحابِ تحقیق کا اعتراف ہے کہ قرآن فہمی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا۔

علامہ ازہار احمد امجدی ازہری (بستی) نے "محدث بریلوی اور علم حدیث" کے عنوان سے مقالہ خوانی کی۔

ڈاکٹر ریحان اختر (شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے "اعلیٰ حضرت کی فقہی خدمات" پر مقالہ پیش کیا۔

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کا مقالہ ''امام احمد رضا اور سیاست عصر'' کے عنوان پر تھا، موصوف نے فرمایا: ہزارہا صفحات پر مشتمل امام اہلِ سُنّت کا علمی وفکری اثاثہ ملت کی زبردست رہنمائی کرتا ہے۔ آپ نے ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔ سیاست عصر پر ان کی گہری نگاہ رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تدبر سے معاصر فتنوں کی بیخ کنی ہوئی۔ اعلیٰ حضرت مذہبی رہنما ومجدد تھے اور ان کی رہبری سیاسی مدبر کے بطور بھی مسلّم ہے۔ مشرکین کی سازشوں کے مقابل اعلیٰ حضرت کی اسلامی بصیرت نے مسلمانوں کو اپنے تشخص کے تحفظ کے لیے بیدار کیا۔ گاندھوی افکار مسلمانوں کے لیے سخت مضر تھے جن پر اعلیٰ حضرت نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زبردست تنقید کی۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی دہلی) نے بعنوان "امام احمد رضا کی عربی نعتیہ شاعری" مقالہ خوانی کی۔ فرمایا: عربی مدحیہ قصائد کی تاریخ قدیم ہے- جن میں اعلیٰ حضرت کا مقام بلند ہیں- ان کا یہ مصرع کہ " قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی" ان کی محتاط نعت گوئی کا اظہار یہ ہے- ان کے حزم واحتیاط کی آئینہ دار ان کی عربی، اردو و فارسی شاعری اور عربی قصائد ہیں- جن میں فنی موشگافی کے ساتھ عقیدہ وعقیدت کی جلوہ گری ہے۔

مولانا محمد احمد نعیمی (استاذ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی دہلی) نے " کلام رضا میں ہندی وسنسکرت الفاظ کا استعمال واس کی معنویت" پر مقالہ میں کہا کہ: اعلیٰ حضرت کا رسالہ انفس الفکر ہندوستانی مذاہب کے مطالعہ میں اعلیٰ حضرت کی مہارت کا آئینہ دار ہے۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں علاقائی زبانوں بالخصوص ہندی وسنسکرت کے الفاظ معنویت سے بھرپور ملتے ہیں، جس سے یہ ثبوت بہم ہوتا ہے کہ آپ ماہر لسانیات تھے- اعلیٰ حضرت کے کثیر اشعار ہندی وسنسکرت میں موجود ہیں۔

غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں) نے "برصغیر میں اسلامی علوم کی اشاعت اور امام احمد رضا" کے عنوان سے مقالہ خوانی کی۔نصاب تعلیم کے ضمن میں کہا کہ:اعلیٰ حضرت نے وقت کی قدر سکھائی۔غیر ضروری مواد کی نصاب میں شمولیت سے گریز کی تعلیم دی۔

ڈاکٹر محمد عباس (شعبۂ سنی دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے "امام احمد رضا اوران کی اسلامی شاعری" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔

ڈاکٹر محبّ الحق ابن شارح بخاری (گھوسی) نے "امام احمد رضا اوران کے تلامذہ" پر مقالہ خوانی کی۔کہا کہ آپ کے تلامذہ بھی علم و فضل کے مختلف جہات پر حاوی ہیں۔ہر علم وفن میں ان کی خدمات کے نقوش پھیلے ہوئے ہیں۔ملک العلماء کی ذات دیکھیں تو آپ ہیئت، نجوم، فلکیات وزیجات میں ماہر ہیں۔فقہ میں صدر الشریعہ و مفتی اعظم کا مقام منفرد ہے۔

پروفیسر عبدالمجید صدیقی (مالیگاؤں) نے "امام احمد رضا اور معاش کے احکام" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا-کہا کہ:اعلیٰ حضرت ماہرِ علمِ معاشیات تھے،آپ نے اس علم کے جس رُخ پر قلم اُٹھایا؛اس کا حق ادا کر دیا-اپنی کتاب ''خیرالآمال''میں کمانے کے شرعی اُصولوں کو بیان کیا ہے-جن پر عمل کر کے ہم رزق حلال کے راستے ترقی کی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے "امام احمد رضا اور رد قادیانیت" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا،فرمایا کہ:امام احمد رضا نے مرزا قادیانی کے باطل عقائد کی مخالفت میں کئی کتابیں تحریر کیں-قادیانی تعبیرات کی استدلال سے دھجیاں بکھیر دیں۔

بعض مقالہ نگار شریک نہ ہو سکے لیکن اپنے مقالے بھیج کر سیمینار کو وقار بخشا،ان کے نام اس طرح ہیں:

]۱[صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، کراچی (امام احمد رضا اور عقیدۂ ختم نبوت)
]۲[علامہ قمر الزماں اعظمی، مانچسٹر (امام احمد رضا کے تجدیدی کارناموں پر ایک طائرانہ نظر)
]۳[پروفیسر دلاور خان، کراچی (کنز الایمان کا مطالعہ بدائع معنوی کے تناظر میں)
]۴[مولانا یٰسین اختر مصباحی، دہلی (عرفانِ امام احمد رضا)
]۵[مولانا محمد عبدالمبین نعمانی، چریاکوٹ (ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ فکرِ رضاؔ کی روشنی میں)
]۶[ڈاکٹر عبیداللہ فہد، علی گڑھ (کنز الایمان کی علمی وادبی اہمیت)
]۷[ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، گھوسی (امام احمد رضا کی فارسی شاعری)
]۸[علامہ رضوان احمد شریفی، گھوسی (حسام الحرمین کا جائزہ)
]۹[علامہ محمد آصف علوی، براؤں شریف (مکاتیب امام احمد رضا کی عصری معنویت)
]۱۰[ڈاکٹر جاوید احمد خان، مالیگاؤں (امام احمد رضا اور علم طبقات الارض)
]۱۱[مولانا نفیس احمد مصباحی، مبارک پور (امام احمد رضا اور عربی زبان وادب)
]۱۲[مولانا ممتاز عالم مصباحی، کانپور (اعلیٰ حضرت اور علومِ جدیدہ)

سربراہ رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری (ممبئی) نے اپنے بیان میں کہا کہ تحفظ شریعت کے لیے اعلیٰ حضرت کی خدمات مثالی ہیں،تحفظِ شریعت کے ضمن میں ہم حکومت ہند کی طلاق ثلاثہ سے متعلق منفی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان اسلامی احکام کے مطابق ہی ہمیشہ عمل کرے گا۔شرعی قوانین میں کسی بھی طرح کی مداخلت کو مسترد کرتے ہیں۔

***

حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں نظم (یا ایُّھا الَّذِینَ آمَنُوا)

نتیجہ فکر: نواز اعظمی گھوسی

دل میں بس خوفِ خدا اپنے بسائے رکھو
اس کے احکام پہ سر اپنا جھکائے رکھو
اور قرآن کو سینے سے لگائے رکھو
اپنے سوئے ہوئے جذبات جگائے رکھو
مومنو! عزت و نصرت ہے تمھاری خاطر
منتظر وادیِ جنت ہے تمھاری خاطر

اب مذمت سے نہیں کام ہے چلنے والا
دل نہیں جھوٹی تسلی سے بہلنے والا
وہ کرو کام ہے جو اصل میں کرنے والا
کیا ترا اب بھی نہیں دل ہے تڑپنے والا؟
یہ بتا کیا تجھے احساسِ زیاں ہے کہ نہیں
تیری شریانوں میں کیا خون رواں ہے کہ نہیں

کفر پھر درپئے آزار نظر آتا ہے
ہر جگہ کرتا ہوا وار نظر آتا ہے
گرم اب ظلم کا بازار نظر آتا ہے
اب مسلماں ہی سرِ دار نظر آتا ہے
باندھ کر سر پہ کفن نکلو جو میداں کی طرف
آنکھ اٹھا کر نہ کوئی دیکھے مسلماں کی طرف

تیرے اجداد کی قربانی صدا دیتی ہے
ماں تری تجھ کو بصد ناز دعا دیتی ہے
حوصلہ تیری بہن تیرا بڑھا دیتی ہے
ریگ زارِ احد و بدر صدا دیتی ہے
کفر کی شیخیاں مٹی میں ملا کر رکھ دے
قلبِ کفار پہ تُو دھاک بٹھا کر رکھ دے

درس تم آلِ پیمبر کا بھلا بیٹھے ہو
دولتِ جوشِ جنوں اپنی لٹا بیٹھے ہو
کیوں بھلا اپنے قبیلے سے جدا بیٹھے ہو؟
اٹھ کھڑے ہونے کا یہ وقت ہے، کیا بیٹھے ہو
سر قلم کردو ہر اک ظلم و ستم کا بڑھ کر
رن میں تم کود پڑو "فتح" کی آیت پڑھ کر

یا خدا بھیج کوئی طارق و موسیٰ جیسا
کردے جو لشکرِ کفار کو یکدم پسپا
نصب اسلام کا ہر سمت جو کردے جھنڈا
جس کو اغیار کی طاقت کی نہ ہو کچھ پروا
جو کہ مسمار کرے ظلم و ستم کا ایواں
جو مٹا ڈالے شبِ ظلمتِ دوراں کا نشاں

کردو تم نعرہء تکبیر سے لرزہ طاری
اہلِ ایماں ہو اگر تم تو رہوگے بھاری
خیمہٴ کفر میں برپا کرو آہ و زاری
جب تمھارا ہے مددگار خدائے باری
پھر کوئی تم کو ہراساں نہیں کرپائے گا
تنِ کفار تمھیں دیکھ کے تھرائے گا

اے نوازؔ آج چلو عہد وفا کرتے ہیں
ہم تو وہ ہیں کہ جو شعلوں پہ چلا کرتے ہیں
کب بھلا بادِ مخالف سے ڈرا کرتے ہیں
اپنے لوگوں کے لیے آؤ دعا کرتے ہیں
خالقِ کون و مکاں ہم کو کرے سر اَفراز
گزرے دربارِ اجابت سے ہماری آواز

R.N.I. No. DELURD/2015/65657 **Posted at RMS** **Postal Registration: DL (DG-11) 8085/2016-18**

Publishing Date: 20
Same Month

Paigam e shariat Monthly

Vo:- 05 Issue: 39 August: 2019

Total 56 Pages with Title Cover,
Weight 95 grams
Posting Date:21&22
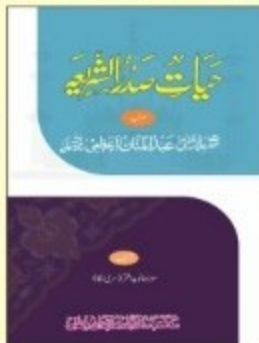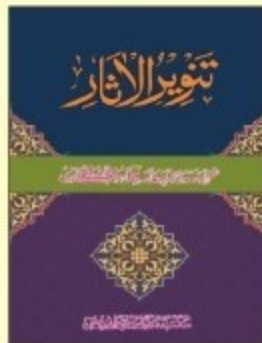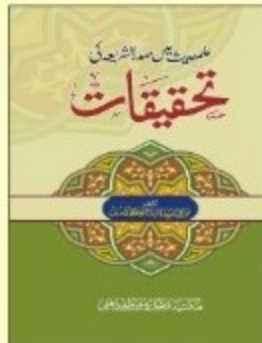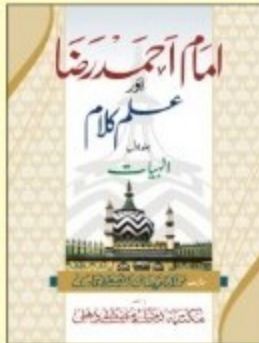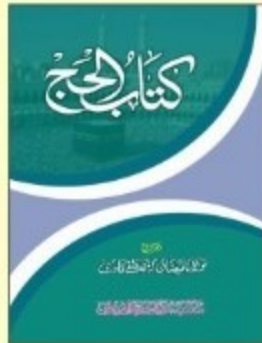
فہرست کتب
مکتبہ رضائے مصطفیٰ
422 مٹیا محل اردو مارکیٹ (دہلی)

کتاب	قیمت
مصنف اعظم نمبر (امام احمد رضا کے ۳۲ علوم پر مشتمل)	800
امام احمد رضا اور علم کلام (الٰہیات)	250
امام احمد رضا اور علم کلام (نبوات)	زیر طبع
امام احمد رضا اور علم کلام (سمعیات)	زیر طبع
حیات صدر الشریعہ	60
علم حدیث میں صدر الشریعہ کی تحقیقات	100
تذکرہ تاج الشریعہ	60
تنویر الآثار	70
تفہیمات (شرح مرقات)	160
تفہیم الکبریٰ (شرح کبریٰ)	60
مصباح التنویر (شرح نحو میر)	50
ولولہ انگیز تقریریں (اول)	120
ولولہ انگیز تقریریں (دوم)	زیر طبع
کتاب الحج	70
اسلامی اخلاق وآداب	160
جنتی زیور	180
سنی بہشتی زیور	180
سیرت مصطفیٰ	220
قانون شریعت مکمل	200
جاء الحق	220
نغمات بریلی	زیر طبع

Owner, Publisher & Printer
Mohommad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/S Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No. 422, 1st Floor, Gali Sarotey Wali
Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006